تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًاوَّهُمْ رُقُوْدٌ
تم گمان کرتے ہو کہ وہ بیدار ہیں
حالانکہ وہ سو رہے ہیں
مسلم علاقوں بشمول پاکستان پر مسلط طواغیت کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کی مخالفت کے حوالے سے
حامد کمال الدین اور ان جیسے دیگر دانشوروں کی آراء کا شرعی محاکمہ
تالیف: الشیخ ابو مصعب الخراسانی حفظہ اللہ
لاجہاد
الدعوة
جہاد مخالف علماء
اسلامی لائبریری

{تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ}

# تم گمان کرتے ہو کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سورہے ہیں

(مسلم علاقوں بشمول پاکستان پر مسلط طواغیت کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کی مخالفت کے حوالے سے حامد کمال الدین اور ان جیسے دیگر دانشوروں کی آراء کا شرعی محاکمہ)

تالیف: شیخ ابو مصعب الخراسانی حفظہ اللہ

انٹرنیٹ ایڈیشن:
مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
http://www.muwahideen.co.nr
http://tawhed.co.nr

کتاب کا نام ... {تَحۡسَبُهُمۡ اَیۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ}
تم گمان کرتے ہو کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سورہے ہیں

طبع اول ... جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ-اپریل ۲۰۱۳ء

تعداد ... طبع اول...۳۵۰۰

ناشر ... مکتبۂ شہید امت

# {انتساب}

## شہید امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

''عالم اسلام کے اس ''شہید امت'' کے نام جس نے عصر حاضر میں ایک مجدد کی مانند جہاد فی سبیل اللہ جیسے اہم فریضے کو باطل اور مردود تاویلات سے آزاد کرا کر ٹھیک شرعی بنیادوں پر پوری دنیا میں اس کو نئے سرے زندہ کیا اور اسی راستے میں اپنی جان کو جاں آفریں کی حوالے کر دیا''

# فہرست مضامین

☆...... مقدمہ 6

☆...... ابتدائیہ 13

## {پہلا مسئلہ}

☆...... مسلم علاقوں پر مسلط طواغیت کی عملداری کے باوجود مسلح جہاد کو مسترد کرنا اور پرامن جدوجہد کا پرچار کرنا 14

☆...... امام عادل......امت مسلمہ کے لئے عظیم نعمت 17

☆...... ظلم و فسق کے ساتھ حکومت کرنے والے کا شرعی حکم ظالم و فاسق حکمران اور سلف وصالحین کا ذاتی طرز عمل 21

☆...... ظالم وفاسق حکمران کو بدلنے کا شرعی طریقہ 23

☆...... حکمران کے خلاف پرامن جدوجہد کا اطلاق کس حکمران پر؟ 28

☆...... کفر وارتداد کے مرتکب حکمران کے بارے میں شریعت کا حکم 32

☆...... فسق متعدی پر قتال کے واجب ہونے کا حکم 36

☆...... کفر بواح کا مرتکب حاکم کا حکم اور پاکستان کا نظام طاغوت 39

## {دوسرا مسئلہ}

☆...... کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں جہاد کا علم بلند کرنے کے لئے علماء کے "جم غفیر" کے متفقہ فتوے کی شرط 43

☆...... تَحۡسَبُهُمۡ اَیۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ......... 45

☆...... دفاعی جہاد سے مراد 47

☆...... جہاد فی سبیل اللہ کی دو اقسام 47

☆...... اقدامی جہاد (جہاد الطلب) اور اس کا شرعی حکم 48

☆...... دفاعی جہاد (جہاد الدفع) اور اس کا شرعی حکم 49

☆...... جہاد کے فرض عین ہونے کے اسباب اور موجودہ حالات میں جہاد فرض عین ہونے کے بعد اس کا اطلاق کس کس پر ہوتا ہے؟ 50

☆...... دلیل پیش کرنا شرط ہے 54

☆...... امام کی عدم موجودگی میں جہاد کا موقوف نہ ہونا 55

☆...... علمائے حق اس امت کے سر کا تاج ہیں 55

☆...... کیا کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں جہاد شروع کرنے کے لئے علمائے امت کے متفقہ فتوے کا انتظار کیا جائے گا؟ 59

☆...... ایک غور طلب بات 64

☆...... ایک تلخ حقیقت 66

☆...... امام سے اذن لئے بغیر جہاد کن صورتوں میں کیا جا سکتا ہے؟ 68

☆...... جملہ معترضہ 75

## {تیسرا مسئلہ}

☆...... عصر حاضر میں جہاد فی سبیل اللہ کو بعض مخصوص علاقوں تک محدود کرنے کی کوشش کرنا 80

☆...... بھیانک صورتحال 82

☆...... کفر و اسلام کی جنگ کیا کفار کے زیر قبضہ علاقوں تک محدود ہے؟ 85

☆...... کیا ظلم صرف وہ ہی ہے جو یہودیوں کے ہاتھوں ہو؟ 87

☆...... دعوت و تزکیہ، تربیت و اصلاح کے نام پر طواغیت کے خلاف قتال فی سبیل اللہ سے فرار 88

☆...... کیا تربیت، تزکیہ، اصلاح اعمال اور دعوتی پروگرام جیسی شروط کو فقہاء نے بیان کیا ہے؟ 90

☆...... کیا پاکستان امت کا اندرونی محاذ ہے؟ 92

☆...... افغانستان بہ مقابلہ امریکی و دیگر اتحادی 98

☆...... جہاد پاکستان، قائدین جہاد کی نظر میں 103

☆...... طالبان پاکستان........پاکستان بلکہ افغانستان اور پوری امت کے حق میں خیر کی نوید ہیں۔ استاد یاسر فک اللہ اسرہٗ 104

☆...... پاکستانی فوج سے لڑنے کی اصل وجہ........ملا داد اللہ شہید رحمہ اللہ 105

☆...... حکومت پاکستان نے مجاہدین کے خلاف جاری جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا...ملّا محمود غزنوی حفظہ اللہ جنوبی کمان دان افغانستان 106

☆...... پاکستانی حکومت امریکیوں کی گود میں پل رہی ہے! 107

☆...... طالبان کے رہنما ملا عبد اللہ حفظہ اللہ صوبہ زابل 107

☆...... پاکستانی فوج اور امریکہ ایک ہی خندق میں کھڑے اسلام کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ 109

☆...... زرداری اور اس کی فوج واضح طور پر شیطان کے مددگار ہیں! 110

☆...... شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ 110

☆...... فیصلہ کن کلام... شیخ ابو یحییٰ اللّیبی رحمہ اللہ 110

# مقدمہ

بحکم باری تعالیٰ:

{كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ}

"تم پر قتال کرنا فرض کیا گیا ہے جو کہ تمہیں ناگوار گذرتا ہے"۔(البقرۃ:۲۱۶)

اور بارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

((والجهاد ماض الیٰ یوم القیمة))

'جہاد قیامت تک جاری رہے گا"۔

'(المعجم الأوسط للطبرانی ج۱۰ص۴۸۰رقم:۴۹۳۱۔سنن البیهقی ج۹ص۱۵۶رقم۱۷۵۷۴)

کی بنیاد پر جہاد ہر مسلمان پر فرض قرار پایا، چاہے وہ اقدامی جہاد (مثلاً اسلامی سرحدات کی توسیع یا ان کی نگہبانی) کی وجہ سے فرضِ کفایہ کی صورت میں ہو یا دفاعی جہاد (مثلاً مقبوضہ علاقوں کی بازیابی ،مسلمان قیدیوں کی رہائی، حاکم کے کفربواح کے ظہور) کی وجہ سے فرضِ عین ہونی کی صورت میں ہو۔

چناچہ اسی فرض کو سامنے رکھتے ہوئے نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اور ان کے بعد ان کے متبعین نے تواتر کے ساتھ یہ جہاد جاری رکھا اور اسی منہج کی پیروی کرتے ہوئے آج ابطالِ امت افغانستان و پاکستان سے لے کر عراق و یمن تک اور مغرب اسلامی (الجزائر وغیرہ) سے لے کر مشرق بعید (انڈونیشیاء) تک اس فرض کی ادائیگی میں اپنا مال وجان دونوں لٹارہے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامِ قیامت تک انشاء اللہ جاری رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ دشمنان اسلام کی دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہر دور میں یہ کوشش رہی ہے کہ اس فرض کی ادائیگی سے مسلمانوں کو بہر صورت کسی طرح روکا جاسکے۔ چناچہ اس سلسلے میں ایسے اشکالات اور ابہامات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی تاکہ ایک طرف بھولے بھالے مخلص

مسلمانوں کے ذہنوں کو پراگندہ اور اس فرض کے حوالے سے متشکک کیا جاسکے اور ساتھ ساتھ دنیا کے عارضی لذتوں کے طالب کلمہ گو مسلمانوں کو راہِ فرار بھی مل سکے۔

چنانچہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا آج کا دورِ دجّالیت میں دنیائے فانی کے طالبوں کی یہی صدا ہوتی ہے کہ:

{رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ}

''اے ہمارے رب! ہم پر قتال کرنا کیوں فرض کر دیا گیا؟'' (النسآء:۷۷)

اور یہ کہ:

{نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ}

''ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں''۔(المائدۃ:۵۲)

اور جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے مختلف حیلے بہانے تراشتے ہیں، جن کا ذکر قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے:

{شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ}

''ہمیں اپنے اموال اور بال بچوں نے مشغول کررکھا ،آپ ہمارے لئے استغفار کریں(حقیقت یہ ہے کہ )یہ لوگ زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کہ ان کے دلوں میں نہیں''۔(الفتح:۱۱)

{اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا}

''بے شک ہمارے گھر خطرے میں ہیں، حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے بلکہ وہ راہ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے''۔(الاحزاب:۱۳)

اور اپنے اس جرم عظیم کو چھپانے کے لئے بھولے بھالے مخلص مسلمانوں کو بھی مختلف اشکالات و تاویلات کے ذریعے اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہیں حالات کی تنگی سے ڈراتے ہیں تو کہیں فتنہ میں پڑنے کا رونا روتے ہیں، کہیں قتال کو فساد سے تعبیر کرتے ہیں تو کہیں قتال میں ہونے والی شہادتوں پر واویلا مچاتے ہیں، قرآن کریم ان کو یوں بیان کرتا ہے:

{لَا تَنۡفِرُوۡا فِی الۡحَرِّ قُلۡ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوۡ كَانُوۡا يَفۡقَهُوۡنَ}

"سخت (حالت) گرمی میں نہ نکلو۔ ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے، کاش کہ ان لوگوں کو اس کا شعور ہوتا"۔(التوبۃ:۸۱)

{وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّىۡ وَلَا تَفۡتِنِّىۡ اَلَا فِى الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا}

"اور ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو رخصت ہی دیجئے اور مجھ کو فتنے میں نہ ڈالئے ۔سن رکھو! فتنے میں تو یہ لوگ پڑ چکے ہیں"۔(التوبۃ:۴۹)

{اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَقَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ}

"یہ وہی لوگ ہیں جو کہ خود تو بیٹھے رہے اور ان کے جو دوسرے بھائی بند لڑائی میں مارے گئے ان کے متعلق کہنے لگے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو یوں نہ مارے جاتے۔ ان سے کہو کہ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو خود تم پر جو موت آنے والی ہے اس کو ٹال کر دکھاؤ"۔(آل عمران:۱۶۸)

لیکن عصر حاضر میں چونکہ دجل و فریب زیادہ پھیل چکا ہے اور جھوٹ زبان پر زدِ عام ہے لہٰذا آج مخلص مسلمانوں کو جہاد کے فریضہ کی ادائیگی سے روکنے کے لئے دو مختلف طریقے استعمال کئے جاتے ہیں:

(۱)......... جہاد کی فرضیت کے حوالے سے مختلف تاویلات کرنا اور جہاد کی فرضیت کو ایسی شرائط سے مشروط کرنے کی کوشش کرنا جن کا شرعی طور پر کوئی وجود ہی نہ ہو۔
(۲)......... اگر پہلا طریقہ کارگر نہ ہو تو پھر عام مسلمانوں کے ذہنوں میں جہاد کے لئے کھڑے ہونے والوں سے متعلق مختلف شکوک وشبہات پیدا کرنا اور ان کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی کوشش کرنا یا پھر جہاد کی ادائیگی کو مخصوص علاقے تک محدود کرنے کی کوشش کرنا۔

بس یہی دو ہتھکنڈے مملکت خداداد پاکستان میں بھی بھرپور طریقے سے استعمال کئے گئے اور اب تک کئے جارہے ہیں:

اوّلاً یہ کہ اہلیانِ پاکستان کے ذہنوں میں جہاد کی فرضیت کے حوالے سے مختلف شکوک وشبہات پیدا کئے گئے اور جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے اور اس کام میں نہ صرف پرنٹ اور الیکٹرانکس میڈیا پوری قوت کے ساتھ مصروف عمل ہے بلکہ اہل علم ودانش میں سے بھی بعض کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اس کی فرضیت کے قائل ہی نہیں۔

دومؔ یہ کہ پاکستان میں نافذ کفریہ نظام قانون کے ساتھ ساتھ حکومت اور فوج کا مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاری کا فرنٹ لائن اتحادی بننے اور ان کی خوشنودی اور ڈالروں کی چمک کے پیچھے لال مسجد سے لے کر سوات وباجوڑ میں آپریشن کے نام پر مسلمانانِ پاکستان کا قتل عام کرنے، ان کے مال واملاک کو برباد کرنے کی وجہ سے اہلیانِ پاکستان پر فریضہ جہاد کے فرضِ عین ہونے کے باوجود ان کو اس فریضہ کی ادائیگی سے روکنے کے لئے جو دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا اس کی مختلف جہتیں ہیں:
الف؛......... جہاد فی سبیل اللہ کو صرف چند علاقوں مثلاً کشمیر وافغانستان تک محدود کرنے کی کوشش کی گئی اوران کے علاوہ دوسرے علاقوں خاص کر پاکستان میں اس کو بغیر کسی دلیل وبرہان کے بالکل ممنوع اور غیر شرعی قرار دیا گیا۔

ب؛......... { وَاُشْرِبُوا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ } (البقرة:۹۳) ”اور ان کے کفر کے بسبب ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بسادی گئی“، کی مانند ”وطن پاکستان“ کی محبت اول دن سے ہی ایک سازش

کے تحت عام مسلمانوں کے قلوب و اذہان میں پیوست کی گئی اور ساتھ ساتھ کفریہ آئین و قانون کے تسلسل کے ساتھ نفاذ کے باوجود پاکستان کو ''اسلام کا قلعہ'' قرار دیا جاتا رہا اور اس کفریہ نظام حکومت کی محافظ فوج کو ''مقدس گائے'' کا درجہ دے کر ہر قسم کے کفر و معصیت اور جرائم کے باوجود اسے ''پاک فوج'' قرار دیا گیا۔ لہٰذا اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے پاکستان میں آج تمام کفر و شرک کے ظہور کے باوجود اس کی بیخ کنی کرنے اور شریعت اسلامی کے نفاذ کے لئے علم جہاد بلند کرنے کو ''جرمِ عظیم'' قرار دیتے ہوئے فتنہ وفساد سے تعبیر کیا گیا۔

ج؛......... جب ان دو باتوں سے کام نہیں بنا تو عام مسلمانوں کے ذہنوں کو مجاہدین سے بد گمان کرنے کے لئے پاکستان میں علمِ جہاد بلند کرنے والے قائدین کے کردار کو مشکوک بنانے کی کوشش جارتی رہی، نامختون سے لے کر زانی قرار دینے تک، را اور موساد کا ایجنٹ قرار دینے سے لے کر بلیک واٹر کا تنخواہ دار قرار دینے تک ہر قسم کی الزام تراشی اور بہتان درازی سے کام لیا گیا۔

د؛......... یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ پاکستان میں علم جہاد بلند کرنے والوں میں موساد اور بلیک واٹر کے ایجنٹ داخل ہو گئے ہیں لہٰذا یہاں جہاد کسی فتنہ وفساد سے کم نہیں۔ حالانکہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی مسلمانوں کی صفوں موجود یہود کے ایجنٹ ''منافقین'' کی موجودگی کے باوجود آپ صلی اللہ وسلم کی طرف سے جہاد کے فریضے کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھا گیا اور آج بھی افغانستان سمیت دیگر علاقوں میں مجاہدین کی صفوں میں شامل سی۔ آئی۔ اے۔ اور موساد کے ایجنٹوں کی موجودگی کے علی الرغم مجاہدین جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

م؛......... پوری دنیا میں اور خصوصیت کے ساتھ پاکستان میں جہاد کے عمل کو روکنے کے لئے عوام الناس کے ذہنوں مجاہدین کے حوالے سے ''اچھے اور برے'' کے عنوان سے تفریق کرنے کی کوشش کی گئی۔ مثلاً پوری دنیا میں القاعدہ کو تمام برائیوں کی جڑ اور طالبان کو اچھا قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ پاکستان میں افغان طالبان کو فرشتہ صفت اور حق بجانب قرار دیا گیا اور دوسری طرف پاکستانی طالبان کو شیطان صفت اور باطل پرست قرار دیا گیا۔

ہ؛........ایک پروپیگنڈہ خصوصیت کے ساتھ یہ کیا جاتا رہا کہ ملا عمر حفظہ اللہ کی جانب سے پاکستان میں علم جہاد بلند کرنے کی پابندی ہے اور جو بھی یہاں علم جہاد بلند کر رہا ہے وہ دراصل ملا عمر حفظہ اللہ کے امر کی خلاف ورزی کر کے امر میں خیانت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لہٰذا پاکستان میں علم جہاد بلند کرنا غیر شرعی عمل اور ''خلاف امر'' کام ہے۔ چناچہ اسی قسم کی دیگر اور مردود و باطل تاویلات ہیں جو کہ پاکستان میں علم جہاد بلند کرنے سے روکنے کے لئے کی جاتی ہیں۔

افسوس صد افسوس! کہ ان تمام تاویلات کو پروپیگنڈے کے صورت میں خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرنے والوں میں نہ صرف ملکی اخبار و جرائد اور ٹی وی چینلز لگے ہوئے ہیں بلکہ اہل علم و دانش کی وہ عظیم اکثریت جو کہ جہاد کی فرضیت کے قائل بھی ہے اور جہاد کے ''فرض عین'' کی تمام صورتوں سے واقف بھی ہیں، وہ بھی اپنے حلقۂ احباب اور عوام الناس میں اس پروپیگنڈے کے پرچار میں لگے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے عام مسلمان پاکستان میں جاری وساری کفریہ قانون اور نظام طاغوت کے باوجود جہاد جیسے فریضے سے متعلق بے یقینی کا شکار ہیں۔ گویا کیفیت یہ ہے کہ:

آہ! لُٹ گیا یقیں مرکزِ یقین پر

ان ہی شخصیات میں ایک ایسی شخص کا نام بھی شامل ہے جس کو علمی لحاظ سے پاکستان میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن ان کے بیانات اور ان کے لکھے جانے والے آرٹیکل سے یہ بات بالکل عیاں ہیں کہ وہ بھی پاکستان کے جہاد کے حوالے سے درج بالا شکوک و شبہات اور ابہامات پھیلانے میں سب سے آگے ہیں۔ وہ شخصیت حامد کمال الدین صاحب ہیں........!!

زیر نظر کتابچہ دراصل ان تمام شکوک و شبہات اور باطل تاویلات کے رد پر محکم دلائل پر مشتمل ایک انمول مجموعہ ہے۔ جس میں نہ صرف جہاد کی فرضیت کے حوالے سے مختصر مگر جامع بات کی جائے گی بلکہ پاکستان کے جہاد سے متعلق جو اشکلات و ابہامات حامد کمال الدین صاحب جیسی شخصیات کی جانب سے اٹھائے جاتے ہیں، ان کا رد بدلیل برہان پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

اللہ تعالیٰ ہمیں جہادِ پاکستان کے حوالے سے اٹھائے جانے والے شکوک وشبہات سے محفوظ رکھے اوراس کے متعلق باطل تاویلات گڑھنے والوں کے فتنے سے دور رکھے۔ آمین۔

# ابتدائیہ

اس تحریر میں ہم جہادِ پاکستان کے حوالے سے صرف حامد کمال الدین کی آراء ہی کا شرعی نقطۂ نگاہ سے جائزہ نہیں لیں گے بلکہ یہ محاکمہ ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو طاغوت کے کفر کی تو دعوت تو دیتے ہیں مگر جہاد کو کچھ خاص ممالک تک ہی فرض سمجھتے ہیں خصوصاً افغانستان کی حدود تک اور پاکستان کے جہاد پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں حامد کمال الدین صاحب پاکستان سمیت دیگر مسلم علاقوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے کے حوالے سے جن خدشات اور اشکالات کا اظہار اپنے مختلف آرٹیکلز میں کرتے رہے ہیں جو کہ جہاد فی سبیل اللہ کے حوالے سے ہی لوگوں میں ابہام کا باعث بن رہے ہیں، اس کی کچھ جھلکیاں درج ذیل ہیں:

(۱)......... مسلم علاقوں پر مسلط طواغیت کی عملداری کے باوجود مسلح جہاد کو مسترد کرنا اور پر امن جدوجہد کا پرچار کرنا۔

(۲)......... کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں جہاد کا علم بلند کرنے کے لئے علماء کے ’’جم غفیر‘‘ کے متفقہ فتوے کی شرط۔

(۳)......... عصر حاضر میں جہاد فی سبیل اللہ کو بعض مخصوص علاقوں تک محدود کرنے کی کوشش کرنا

چنانچہ ہماری گفتگو کا محور کا موضوع ان شاء اللہ ان موضوعات کے گرد گھومے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات بیان کرنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پہلا مسئلہ

# مسلم علاقوں پر مسلط طواغیت کی عملداری کے باوجود مسلح جہاد کو مسترد کرنا اور پر امن جدوجہد کا پرچار کرنا

حامد کمال الدین صاحب اپنے ایک مضمون میں یوں کہتے ہیں:

''حق یہ ہے کہ برصغیر کی فکری دنیا میں (قتال کے بغیر) ارجاء کے پاؤں تلے سے بساط کھینچ لی جانے کا اس وقت ایک زبردست موقعہ ہے، بشرطیکہ اس مسئلہ (مسئلہ حقیقتِ ایمان اور مسئلہء حاکمیت) کو یہاں کچھ وقت دیا جائے اور ایک طبعی رفتار کے ساتھ پھیلنے کا موقعہ فراہم کیا جائے، اور اس کے بیان پر پورا زور صرف کر دیا جائے، جس کے دوران ذہنوں کی ترکیز مسئلہ حاکمیت پر رہے نہ کہ حاکمیت کی بنیاد پہ ''قتال'' پر۔ پھر، ایسا کرتے ہوئے ہم کوئی مصالحت compromise بھی نہیں کر رہے۔ وہ سب اہل علم، جو مسئلہ حاکمیت پر ایک مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، شہادت دیں گے کہ کسی نظام کا کفر یا طاغوت ہونا اس بات کو لازم نہیں کہ اگلے لمحے اس کے خلاف مسلح جہاد کا اعلان کر دیا جائے''۔

(''شرعی ضوابط کا التزام ناگزیر ہے'' شمارہ ایقاظ جنوری 2008ء)

قرآن و حدیث کی واضح تصریحات سے یہ بات مسلم ہے کہ قتال کے بغیر کبھی جاہلیت، چاہے وہ کسی بھی گمراہی کی صورت میں ہو، اس کے قدم کو ''قتال فی سبیل اللہ'' کے بغیر اکھاڑنا ناممکن ہے، لیکن پھر بھی یہ سب کچھ اگر ایک عارضی تدبیر اور حکمت عملی کی تحت بیان کیا جارہا ہوتا اور بالآخر اس کا مقصد قتال فی سبیل اللہ کی راہ ہموار کرنا ہوتا تو شاید پھر حالات کے اعتبار سے اس کو قبول کیا جاسکتا تھا، لیکن حامد کمال الدین صاحب کے درج بالا کلام کے پیچھے جو اصل غرض و غایت کار فرما ہے، وہ یہ کہ مسلم علاقوں پر مسلط طواغیت کے خلاف مسلح جہاد کے منہج کو درست نہ سمجھنا اور اس کی جگہ ''پر امن جدوجہد'' اور ''پر امن راستے'' اختیار کرنا، جس اس کا اندازہ درج ذیل اقتباسات سے باآسانی لگایا جاسکتا

ہے۔حامد کمال صاحب ایک جگہ مالاکنڈ کے صوفی محمد صاحب کے نظریات وافکار کی از خود تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”صوفی صاحب کے دو مواقف بہت عرصے سے معلوم وزبان زد عام ہیں،اور یہ دو مواقف ہمارے ہاں نہ صرف لائقِ تحسین ہیں، بلکہ ان کی تائید ضروری ہے:(۱) یہاں(پاکستان) کے باطل اور خلافِ شریعت نظام کو نہایت غیر مبہم الفاظ میں مسترد کرنا(۲)البتہ مسلم ملکوں کے اندر اِس نظام کیخلاف ہتھیار اٹھانے کے منہج کو بھی،جو کہ حالیہ ہیجان خیز حالات کے باعث اسوقت یہاں کے کچھ مخلص طبقوں میں پذیرائی پارہاہے، مسترد کرنا،اور ایک پرامن جدوجہد کیلئے ہی امت کو اٹھ کھڑے ہونے کیلئے آمادہ کرنا۔ مختصراً،باطل کے خلاف ایک پرامن مگر زوردار اور حوصلہ مند جدوجہد۔ان دو نکات کی حد تک ہم صوفی صاحب کے منہج کو سراہتے بھی ہیں اور یہی ہمارے اِس مضمون کے تحریر میں لائے جانے کا اصل محرک بھی ہے“۔

(مضمون ”صوفی محمد ایک اسلامی نظام کو باطل کیوں کہہ رہے ہیں؟“شمارہ ایقاظ اپریل2009ء)

پھر اسی مضمون کے حاشیہ نمبر ۴ میں لکھتے ہیں:

”یقیناہم اس منہج کو درست نہیں سمجھتے کہ مسلم معاشروں کے اندر”نفاذ شریعت“کا ہدف خون ریزی کی راہ سے گزر کر آئے جس میں ایک پورا خطہ آگ کی لپیٹ میں لے آیا گیا ہو“۔

پھر اسی مضمون کے حاشیہ نمبر ۵ میں لکھتے ہیں:

”ہم سمجھتے ہیں نفاذِ شریعت کیلئے مسلح جہادی عمل، جس کیلئے ہمارے نہایت مخلص و قابل قدر نوجوان آج اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دینے کیلئے تیار ہیں،دراصل ایک آخری چارے کے طور پر اور ستر سال پر محیط ایک طویل frustration کے نتیجے کے طور پر یہاں مقبول ہونے جارہاہے۔لہٰذا ہمارے خیال میں کوئی وجہ نہیں کہ اگر انہیں ایک ”پر اَمن

اسلام“ کی پیش قدمی نظر آئے، اور وہ بھی ایک حوصلہ افزا انداز میں، تو ہمارے یہ مخلص و باہمت نوجوان اپنے مسلح راستے کی بجائے اِس پر اَمن راستے کو درخورِ اعتنا جاننے میں کچھ بھی پس و پیش کریں“۔

(مضمون ”صوفی محمد ایک اسلامی نظام کو باطل کیوں کہہ رہے ہیں؟“ شمارہ ایقاظ اپریل 2009ء)

حامد کمال صاحب کے درج بالا کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان میں رائج نظام ”باطل اور خلاف شریعت“ ہے، بالفاظ دیگر پاکستان میں شریعت نافذ نہیں بلکہ ملک میں غیر اللہ کا نظام رائج ہے جس کو ”نظام طاغوت“ کہا جا سکتا ہے۔

مگر جو لوگ پاکستان سمیت دیگر مسلم علاقوں میں اس باطل اور خلاف شریعت نظام طاغوت کے خلاف مسلح جہاد پر یقین رکھتے ہیں اور شریعت کے نفاذ کے لئے عملی طور پر مسلح جہاد پر عمل پیرا ہیں، حامد کمال صاحب ان کے اس 'منہج کو درست نہیں سمجھتے' بلکہ ان کے اس عمل کو وہ 'مسترد کر دینا' ہی صحیح سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو 'ہیجان خیز خیالات' کا حامل سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نفاذ شریعت کے لئے اس نظام طاغوت کے خلاف 'پر امن جدوجہد' کے قائل ہیں اور اس نظام باطل اور خلاف شریعت نظام طاغوت کو 'پر امن راستے' سے ہٹانے کے قائل ہیں۔

چناچہ اب ہم یہ قرآن و سنت اور سلف صالحین کے فتاویٰ کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ جب کسی علاقے میں شریعت نافذ ہونے کے بجائے، باطل اور خلاف شریعت نظام رائج ہو تو اس علاقے میں اس باطل اور خلاف شریعت نظام طاغوت کو ختم کرنے اور نفاذ شریعت کے لئے حامد کمال صاحب کے بیان کردہ راستہ اور منہج درست ہے یا پھر ان لوگوں کا جو کہ اس نظام طاغوت کو جڑ سے اکھاڑنے اور نفاذ شریعت کے لئے مسلح جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں۔

چناچہ شریعتِ اسلامی کی رو سے اگر مختلف طرز حکمرانی مثلاً امام عادل، ظالم وفاسق حکمران اور کفرِ بواح کے مرتکب حکمرانوں کی جو الگ الگ تعریفیں بیان کی گئیں اور ان کے مطابق ان حکمرانوں کا

جو الگ الگ حکم بیان کیا گیا، اس کو سمجھ لیا جائے تو ساری صورتحال خود بخود واضح ہو جائے گی کہ باطل اور خلاف شریعت نظام کے خلاف کس کا منہج اور طریقہ کار درست ہے اور کون ہے جو کہ خود بھی غلط منہج پر گامزن ہے اور مسلمانوں کو بھی اس غلط منہج کی طرف دعوت دے کر ان کی بدخواہی کا مرتکب ہو رہا ہے!

## امام عادل........امت مسلمہ کے لئے عظیم نعمت:

امام عادل امت مسلمہ کے لئے کسی نعمت کبریٰ سے کم نہیں اور اس نعمت کا کوئی نعم البدل بھی نہیں۔ شریعت کی روشنی میں عادل حکمران وہ ہوتا ہے جو کہ خلقِ خدا کے ساتھ رحمت اور شفقت سے پیش آئے اور ان پر اللہ کی نازل کردہ احکامات کے مطابق حکومت کرے اور حدودِ شرعیہ کا مکمل نفاذ کرے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان الامة واجب عليها الانقياد لامام عادل يقيم فيهم احكام الله ويسوسهم باحكام الشريعة التى اتىٰ بها رسول الله''۔

''امت پر عادل خلیفہ کی فرمانبرداری لازم ہے جو ان میں احکام الٰہی کو قائم کرتا ہے اور احکام شرعیت جو رسول اللہ لائے ہیں، ان کے نفاذ کا انتظام کرتا ہے''۔

(غیاثی ص:۱۸۳)

چنانچہ ایسے امام عادل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: يَوۡمٌ مِنۡ إِمَامٍ عَادِلٍ أَفۡضَلُ مِنۡ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً، وَحَدٌّ يُقَامُ فِي الۡأَرۡضِ بِحَقِّهِ أَزۡكَى فِيهَا مِنۡ مَطَرِ أَرۡبَعِينَ عَامًا))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام عادل کا ایک دن افضل ہے ستر سال کی عبادت سے اور زمین پر ایک حد کا قیام چالیس سالوں کی بارش سے زیادہ خوشحالی کا باعث ہے''۔

(الطبرانی فی الکبیر والاوسط، مجمع الزوائدج:۵ص:۱۹۷، وفیہ سعد ابو غیلان الشیبانی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات)

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ))

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: سات اشخاص قیامت کے دن اللہ کے سایہ میں ہوں گے جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا اس کے سوا... ان میں سے ایک امام عادل ہے''۔

(صحیح البخاری ج۲۱ص۷۴ رقم الحدیث:۶۳۰۸)

((عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ ان افضل عباداللہ منزلہ یوم القیمۃ امام عادل رفیق))

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک قیامت کے دن اللہ کے بندوں میں درجے کے اعتبار سے افضل نرم دل امام عادل ہو گا''۔

(شعب الایمان ج:۶ص۱۶، رقم الحدیث ۷۳۷۱)

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ))

''حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور مجلس میں اس کے زیادہ قریب عادل حکمران ہوں گے''۔

(مسند احمد، ج:۳ص:۲۲، رقم الحدیث ۱۱۱۹۰)

((ثلاث لایرد لھم دعوۃ الصائم حتی یفطر وامام عادل ودعوۃ المظلوم))

''تین آدمیوں کی دعاء رد نہیں ہوتی روزے دار یہاں تک وہ افطار کرلے اور امام عادل کی اور مظلوم کی دعا''۔

(مسند اسحاق بن راھویہ ج:۱ص:۳۱۷، رقم الحدیث ۳۰۰، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ شریعت کا بلاکسی شرکت غیرے مکمل نفاذ ہی دراصل اس بات کی علامت ہے کہ حکومت کرنے والا امام عادل ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف کسی بھی صورت میں خروج حرام ہے اور اس کی مکمل اطاعت وفرمابرداری کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

اس کے برعکس اگر ایک حاکم ظلم وفسق کے ساتھ اور دوسرا کفروارتداد کے ساتھ حکومت کررہاہے تو دونوں کے احکامات میں زمین وآسمان جیسا فرق ہے۔اسی لحاظ سے ان دونوں قسم کے حکمرانوں کی تبدیلی کا بھی شریعت نے الگ الگ طریقہ کار مقرر کیا ہے۔ جس کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔

## ظلم وفسق کے ساتھ حکومت کرنے والے کا شرعی حکم:

ظلم وفسق کے ساتھ حکومت کرنے والے مسلم حکمران کو اگرچہ شریعت نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا مگر اس کی امامت کو بہر حال جائز تسلیم کیا ہے اور اس کی اطاعت کو معصیت کے علاوہ لازم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

((أَلَا مَنْ وَلِيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَآهُ يَأْتِي شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِي مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ))

''جان لو کہ جس شخص پر کوئی حکمران بنا ہو، پھر وہ اس کو کسی ''معصیت'' کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھے تو جس معصیت کا وہ ارتکاب کررہا ہے، اُسے برا سمجھے لیکن اطاعت سے ہرگز ہاتھ نہ کھینچے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم:۴۷٦۸)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حکمرانوں کی اطاعت سے بھی ہاتھ کھینچنے سے منع کیاہے جو کہ اپنا حق تو لے لیتے ہوں اور دوسروں کا حق نہ دیتے ہوں، یعنی ظلم کے ساتھ حکومت کر رہے ہوں۔

لیکن اگر کوئی حاکم کے ظلم و فسق کی بنیاد پر اس کے خلاف خروج کرے تو اس کو بھی حرام نہیں ٹھہرایا گیا مگر یہ کہ اس خروج کے لئے کچھ شرائط عائد کر دی گئیں (جن کی تفصیل آگے آئے گی)۔ یہی وجہ ہے کہ فاسق امام اور خاص کر ظالم امام جس کو احادیث مبارکہ میں "امام جائر" کہا گیا ہے، اس کو قابل اطاعت ہونے کے باوجود اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا بلکہ اس پر آخرت کے حوالے سے شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے امام جائر یعنی ظالم حکمران کے بارے میں فرمایا:

((إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ))

"بدترین حاکم رعایا پر " ظلم "کرنے والے ہیں، پس تم اس بات سے بچو کہ تم ان میں سے ہو"۔

(صحیح البخاری ومسلم، رواہ البزار، مجمع الزوائدج:۵ص:۲۳۹)

((وَإِنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَشَدَّهُ عَذَابًا إِمَامٌ جَائِرٌ))

"بے شک "ظالم" حکمران قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور اس کے شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو گا"۔

(مسند احمد، ج:۳ص:۲۲، رقم الحدیث ۱۱۱۹۰)

((مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ))

”جو بھی شخص مسلمانوں کا حکمران بنتا ہے ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں کرتا تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا“۔

(صحیح مسلم، ج۱ ص۳۴۵ رقم الحدیث: ۲۰۵)

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

”اللہ جب کسی کو لوگوں پر حکمران بنادیتا ہے اور وہ لوگوں کے ساتھ دھوکہ کررہا ہو تو مرنے کے بعد اللہ اس پر جنت حرام کردیتا ہے۔“

(صحیح مسلم، ج۱ ص۳۴۳ رقم الحدیث: ۲۰۳)

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ظلم واستبداد کے ساتھ حکومت کرنے والے کے بارے میں یہ ارشادات ہیں تو کفر وارتداد کے ساتھ حکومت کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

## ظالم وفاسق حکمران اور سلف وصالحین کا ذاتی طرز عمل:

رسول اللہ ﷺ عمومی طور پر حکمرانوں سے میل جول اور ان کے دروازوں پر جانے سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَمَنْ أَتَى أَبْوَابَ السُّلْطَانِ افْتَتَنَ))

”جو حکمرانوں کے دروازوں پر حاضر ہوگا وہ فتنے میں مبتلاء ہوجائے گا“

(سنن الترمذی، ج۸ ص۲۱۱ رقم: ۲۱۸۲)

اور فرمایا:

((وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللَّهِ بُعْدًا))

”اور جتنا کوئی شخص حاکم کا قرب اختیار کرے گا اتنا ہی وہ اللہ سے دور ہوتا جائے گا“۔

(سنن ابی داود، ج۸ ص۴۳ رقم: ۲۴۷۶)

یہی وجہ ہے کہ سلف و صالحین ظالم وفاسق حکمران سے بہت زیادہ غنائیت اور بے اعتنائی برتتے تھے اور ایسے حاکم کے دروازوں کے چکر لگانے اور ان کے درباروں میں حاضر ہونے اور ان کے ساتھ نشست وبرخاست سے ہر ممکن بچتے تھے۔امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان دعوك لتقرا عليهم: قل هو الله احد، فلاتأتهم''

''اگر (ظالم) حکمران تمہیں اس لئے بلائیں کہ تم انہیں {قل هو الله احد} پڑھ کر سناؤ تو پھر بھی نہ جانا''۔(بیہقی)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''ان فجار القراء اتخذوا الى الدنيا فقالوا:ندخل على الأمراء نفرج عن مكروب ونكلم في محبوس''

''فاجر علماء نے دنیاتک (رسائی کے لئے) ایک بہانہ ڈھونڈ لیا ہے اور کہتے ہیں: ہم حکمرانوں کے یہاں جائیں گے تاکہ کسی مصیبت زدہ کو نجات دلائیں اور کسی قیدی کی سفارش کریں''۔

رسول اللہ ﷺ نے ''ظالم حکمران'' کیلئے یہ حکم جاری فرمایا تھا:

((عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ يكون في آخر زمان امراء ظلمة ووزراء فسقة وقاضة خونة وفقهاء كذبة فمن ادرك ذلك الزمان منكم فلايكون لهم جابيا ولاعريفا ولاشرطيا))

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانے میں ایسے حکمران آئیں گے جو ظالم ہوں گے اور ان کے وزراء فاسق ہوں گے اور قاضی خائن ہوں گے اور ان کے علماء ''جھوٹے'' ہوں گے۔ سو تم میں سے جو ایسا وقت پائے وہ ہرگز کوئی ناظم یا سپاہی یا محصولات وصول کرنے والا نہ بنے''۔

(الطبراني في الصغير والأوسط، مجمع الزوائدج:٥،ص:٢٣٣، قال معاويه بن الهيثم لم اعرفه وبقية رجاله ثقات)

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَكُونُ أُمَرَاءُ يَغْشَاهُمْ غَوَاشٍ أَوْ حَوَاشٍ مِنْ النَّاسِ يَظْلِمُونَ وَيَكْذِبُونَ فَمَنْ أَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَا أَنَا مِنْهُ وَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ مِنِّي))

''حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ ایسے حکمران ہوں گے جن کے ارد گرد حاشیہ بردار اور حاضر باش لوگ منڈلاتے رہیں گے، جھوٹ بولیں گے اور ظلم کریں گے۔ جو کوئی ان کے پاس گیا اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ان کے ظلم میں معاونت کی تو نہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں اور جو نہ گیا ان کے پاس اور نہ ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور نہ ان کے ظلم میں ان کی معاونت کی تو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں''۔

(مسند احمد وابو یعلی، مجمع الزوائد، ج:۵ص:۲۴۶)

حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت نے ظلم وفسق کے ساتھ حکمران کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لینے سے تو منع فرمایا ہے مگر حکمران کی معصیت اور ظلم میں معاونت کرنے سے والے سے اظہارِ بیزاری کیا۔

## ظالم وفاسق حکمران کو بدلنے کا شرعی طریقہ:

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاکم کے ظلم وفسق کی بنیاد پر اس کے خلاف کوئی خروج کرے تو اس کو بھی حرام نہیں ٹھہرایا گیا مگر یہ کہ اس خروج کے لئے کچھ شرائط عائد کر دی گئیں۔

اگر چہ اسلاف میں سے کچھ فقہاء بعض احادیث کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں خلیفہ وہ ہی ہوتا ہے جو کہ عادل ہو اور ظلم وفسق سے نجات دلانے والا ہو لہٰذا اگر وہ ان مقاصد کو پورا کرنے میں ناکام رہے تو اس کو وہ فوراً تبدیل کرنے اور اس کے جگہ دوسرے خلیفہ کو مقرر کرنے کو وہ ضروری قرار دیتے ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ سورۃ البقرۃ کی آیت {لَا يَنَالُ عَهْدِ الظّٰلِمِيْنَ} "میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا"۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((قال ابن خویز منداد: وکل من کان ظالما لم یکن نبیا ولا خلیفۃ ولا حاکما ولا مفتیا، ولا إمام صلاۃ، ولا یقبل عنہ ما یرویہ عن صاحب الشریعۃ، ولا تقبل شہادتہ فی الاحکام ،غیر أنہ لا یعزل بفسقہ حتی یعزلہ أھل الحل والعقد.''

"ابن خویز منداد رحمہ اللہ نے کہا ہے جو بھی "ظالم" ہوتا ہے وہ نہ نبی بنتا ہے، نہ خلیفہ، نہ حاکم، نہ مفتی، نہ نماز کے امام، نہ اس کی روایت قبول کی جاتی ہے، نہ احکام میں اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے، جب تک اپنے فسق کی وجہ سے معزول نہ کر دیا جائے اور اہل حل وعقد اس کو معزول کر دیں"۔

(تفسیر القرطبی ج۲ص۱۰۹)

امام قرطبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''الامام إذا نصب ثم فسق بعد انبرام العقد فقال الجمہور: إنہ تنفسخ إمامتہ ویخلع بالفسق الظاھر المعلوم ،لانہ قد ثبت أن الامام إنما یقام لاقامۃ الحدود واستیفاء الحقوق وحفظ أموال الایتام والمجانین والنظر فی أمورھم إلی غیر ذلک مما تقدم ذکرہ، وما فیہ من الفسق یقعدہ عن القیام بھذہ الامور والنھوض بھا۔ فلو جوزنا أن یکون فاسقا أدی إلی إبطال ما أقیم لاجلہ، ألا تری فی الابتداء إنما لم یجز أن یعقد للفاسق لاجل أنہ یؤدی إلی إبطال ما أقیم لہ، وکذلک ھذا مثلہ۔''

"جب امام کا تقرر ہو جائے اور اس کے بعد وہ فسق کرے تو جمہور کہتے ہیں اس کی امامت فسخ ہو جائے گی اس کو ہٹا کر کسی اور کو امام بنایا جائے گا اگر اس نے فسق ظاہری اور معلوم کا

ارتکاب کیا ہو۔ اس لیے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ امام کا تقرر مقصد کے لیے ہوتا ہے جیسے حدود کا نفاذ اور حقوق کی ادائیگی وتحفظ، یتیموں کے مال کی حفاظت، مجرموں پر نظر رکھنا وغیرہ۔ مگر جب وہ خود فاسق ہو گا تو ان امور کی انجام دہی نہیں کر سکے گا۔ اگر ہم فاسق کے لیے امام بر قرار رکھنا جائز قرار دیدیں تو جس مقصد کے لیے امام بنایا جاتا ہے وہ مقصد باطل ہو جائے گا اسی لیے تو ابتداء ہی سے فاسق کا امام کے لیے تقرر جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے مقصد امامت فوت ہو جاتا ہے"۔

(تفسیر القرطبی ج اص۲۷۱)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ظالم حکمران کو اختیارات کے استعمال سے روک لینا چاہیے۔ وہ معزول کیے جانے کے لائق ہے حکمران بنائے جانے کے نہیں"۔ (احیاء العلوم:۱۱۱/۲)

لیکن اہل سنت والجماعت کے جمہور فقہاء نے دوسری احادیث کی روشنی میں خلیفہ کے خلاف جبکہ وہ ظالم و فاسق ہو اور ابھی کسی کفر وارتداد کا ظہور بھی اس سے نہ ہوا ہو تو اس کے خلاف خروج کو اس وقت تک جائز نہیں سمجھا جب تک وہ قوت حاصل نہ ہو جائے جس میں غالب امکان یہ ہو کہ اس خروج کے ذریعے بغیر کسی بڑے خون خرابے کے خلیفہ وقت کو تبدیل کیا جا سکے گا۔ اس شرط کی دو بنیادی وجوہات تھیں۔ اوّل یہ کہ خلافت کی سرحدوں کی وسعت کے لئے اس کی سرحدوں پر مستقل جہاد چل رہا ہوتا تھا، اگر تو بغیر معتدبہ قوت کے مسلح خروج کیا جاتا تو اس سے شدید خانہ جنگی کا خدشہ ہو جاتا جو کہ اسلامی سرحدات پر جاری جہاد پر اثر انداز ہونے اور کفار کے دار الاسلام کے بعض علاقوں پر قبضے کی صورت میں نکل سکتا تھا۔ دوم یہ کہ "عمارتِ خلافت" اپنی جگہ قائم تھی صرف خلیفہ کی ذات میں ظلم وفسق ظاہر ہو جاتا تھا، جو کہ متعدی نہ ہوتا (جس کی وضاحت آگے آئے گی)۔ لہٰذا اگر کسی بڑی خونریزی کا اندیشہ نہ ہو اور معتدبہ طاقت موجود ہو تو اس کے خلاف خروج جائز ہے (جس کی وضاحت آگے آئے گی)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لا ينخلع إلا بالكفر أو بترك إقامة الصلاة أو الترك إلى دعائها أو شيء من الشريعة، لقوله عليه السلام في حديث عبادة: (وألا ننازع الامر أهله إلا أن تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان''

''کچھ لوگ کہتے ہیں جب تک امام کفر نہ کرے اسے ہٹایا نہیں جائے گا یا نماز ترک نہ کرے یا اور کوئی شریعت کا کام ترک نہ کردے جیسا کہ عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: الا یہ کہ تم امام میں واضح کفر دیکھ لو جس پر تمہارے پاس دلیل ہو''۔

(تفسير القرطبي ج اص ٢٧١)

امام ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''وَنَقَلَ اِبْن التِّين عَنْ الدَّاوُدِيّ قَالَ: الَّذِي عَلَيْهِ الْعُلَمَاء فِي أُمَرَاء الْجَوْر أَنَّهُ إِنْ قَدَرَ عَلَى خَلْعه بِغَيْرِ فِتْنَة وَلَا ظُلْم وَجَبَ، وَإِلَّا فَالْوَاجِب الصَّبْر۔ وَعَنْ بَعْضهمْ لَا يَجُوز عَقْد الْوِلَايَة لِفَاسِقٍ اِبْتِدَاء، فَإِنْ أَحْدَثَ جَوْرًا بَعْدَ أَنْ كَانَ عَدْلًا فَاخْتَلَفُوا فِي جَوَاز الْخُرُوج عَلَيْهِ، وَالصَّحِيح الْمَنْع إِلَّا أَنْ يُكَفِّر فَيَجِبُ الْخُرُوج عَلَيْهِ.''

''ابن التین نے داؤدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ امراءِ ظلم کے بارے میں علماء کی رائے یہ ہے کہ اگر بغیر فتنہ اور ظلم کے اس کو ہٹانا ممکن ہو تو ضروری اور واجب ہے ورنہ صبر واجب ہے۔ بعض نے کہا کہ فاسق کو حکومتی عہدہ دینا ہی جائز نہیں ہے اگر عہدہ حاصل کرنے کے بعد ظلم کیا تو اس کے ہٹانے میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ بغاوت سے منع ہے جب تک کہ اس سے واضح کفر صادر نہ ہو''۔

(فتح الباری لابن حجر، ج٢٠ص٥٩ رقم: ٦٥٣٢)

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

''وَأَمَّا قَوْله:(أَفَلَا نُقَاتِلهُمْ ؟قَالَ:لَا،مَا صَلَّوْا)فَفِيهِ مَعْنَى مَا سَبَقَ أَنَّهُ لَا يَجُوز الْخُرُوج عَلَى الْخُلَفَاء بِمُجَرَّدِ الظُّلْم أَوْ الْفِسْق مَا لَمْ يُغَيِّرُوا شَيْئًا مِنْ قَوَاعِد الْإِسْلَام ''۔

''پوچھا گیا کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں''۔اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ خلفاء کے خلاف خروج جائز نہیں صرف ظلم وفسق کی وجہ سے جب تک کہ وہ ''قواعد اسلام''میں سے کسی چیز کو نہ بدل دیں''۔

(شرح النووی علی مسلم،ج:٦،ص:٣٢٧)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فِي الْحَدِيث حُجَّة فِي تَرْك الْخُرُوج عَلَى السُّلْطَان وَلَوْ جَارَ، وَقَدْ أَجْمَعَ الْفُقَهَاء عَلَى وُجُوب طَاعَة السُّلْطَان الْمُتَغَلِّب وَالْجِهَاد مَعَهُ وَأَنَّ طَاعَته خَيْر مِنْ الْخُرُوج عَلَيْهِ لِمَا فِي ذَلِكَ مِنْ حَقْن الدِّمَاء وَتَسْكِين الدَّهْمَاء''

''سلطان چاہے ظالم ہی کیوں نہ ہو،اس کے خلاف مسلح بغاوت نہ کی جائے اور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو سلطان زبردستی حاکم بن بیٹھا ہو تو(صحیح احادیث کے مطابق جائز امور میں)اس کی اطاعت واجب ہے،اور اس کے ساتھ مل کر جہاد بھی مشروع ہے،اور یہ کہ اس کی اطاعت مسلح بغاوت سے بہتر ہے کیونکہ اسی طریقے میں خونریزی سے بچاؤ اور مصیبتوں کا ازالہ ہے''

(فتح الباری،ج٢٠ص٥٨رقم:٦٥٣٠)

ان تمام احادیث اور سلف کے اقوال سے یہ بات سامنے آئی کہ فاسق اور خاص کر ظالم حکمران کے خلاف خروج کیا جاسکتا ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ سلف میں سے بعض فقہاء کرام ایسے حاکم کو ہر صورت ہٹانے کو ضروری سمجھتے ہیں لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ایسے حاکم کی اس وقت

تک اطاعت کی جائے اور اس کے خلاف خروج نہ کیا جائے جب تک اس بات کا قوی امکان نہ ہو کہ ایسے حاکم کو بغیر کسی بڑی خونریزی اور لڑائی کے بدل دیا جائے گا۔

## حکمران کے خلاف پرامن جدوجہد کا اطلاق کس حکمران پر؟

اگر ظالم و جابر حکمران کے خلاف شریعت میں بیان کردہ احکامات کا جائزہ لیا جائے تو حامد کمال صاحب کے بیان کردہ ''پرامن جدوجہد'' کا کچھ حد تک اطلاق اس ظالم جابر مسلم حکمران پر ہو سکتا ہے جو کہ ابھی تک کفر وارتداد کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ لیکن جو لوگ ظالم و جابر مسلم حاکم کے خلاف بھی یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کو معتدبہ قوت حاصل ہے، اس کے خلاف مسلح خروج کرتے ہیں اور اس کے برعکس جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ابھی وہ معتدبہ قوت حاصل نہیں کہ مسلح خروج کیا جا سکے، لہٰذا وہ خروج نہیں کرتا تو اس کے اس عمل پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے، لیکن اس شخص کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ مسلح خروج کرنے والوں کو فسادی، فتنہ پرور اور گناہ عظیم کا مرتکب قرار دے۔

اس ضمن میں ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا طرز عمل جان لیتے ہیں۔ چناچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے دور میں ''ظالم وفاسق حکمران'' کے خلاف خروج کے لئے طاقت کی شرط عائد کرنے کے باوجود، اگرچہ خود تو شرکت نہیں کی لیکن خرورج کرنے والوں کے لئے' جبکہ آپ رحمہ اللہ کو یہ اندازہ تھا کہ یہ خروج میں کامیاب نہیں ہوں گے، ان کی ہر ممکن مالی مدد کی اور ان کے حق میں فتاویٰ بھی جاری فرمائے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو جب حضرت ابراہیم الصائغ رحمہ اللہ نے حاکم وقت کے خلاف خروج میں مدد ونصرت کے لئے دعوت دی تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس ملاقات کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''دَعَانِي إِلَى حَقٍّ مِنۡ حُقُوقِ اللَّهِ فَامۡتَنَعۡت عَلَيۡهِ وَقُلۡت لَهُ إِنۡ قَامَ بِهِ رَجُلٌ وَحۡدَهُ قُتِلَ، وَلَمۡ يَصۡلُحۡ لِلنَّاسِ أَمۡرٌ، وَلَكِنۡ إِنۡ وَجَدَ عَلَيۡهِ أَعۡوَانًا صَالِحِينَ وَرَجُلًا يَرۡأَسُ عَلَيۡهِمۡ مَأۡمُونًا عَلَى دَيۡنِ اللَّهِ لَا يَحُولُ''

''انہوں نے مجھے حقوق اللہ میں سے ایک حق (فریضے) کی طرف دعوت دی۔ میں رُک گیا اور ان سے کہا کہ اگر اکیلا آدمی اس کام (یعنی خروج) کے لئے کھڑا ہو گا تو قتل کر دیا جائے گا اور لوگوں کے (اجماعی) معاملہ کی اصلاح بھی نہ ہو گی، لیکن اگر اسے (خروج کے لئے) نیک و صالح معاونین اور قیادت کرنے والا مل جائے تو کوئی حرج نہیں ہے''۔

(احکام القرآن لجصاصؒ، ج: ۳، ص: ۴۶۵)

لیکن بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا ذکر مولانا مناظر حسن گیلانی رحمہ اللہ نے کیا ہے کہ بالآخر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ابراہیم الصائغ رحمہ اللہ کی حمایت کھلے عام کرنے لگے اور لوگوں کو بھی اس اہم فریضے کی ادائیگی کے لئے دعوت دیتے رہے:

''الیافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ابراہیم رحمہ اللہ کی حمایت کے لئے لوگوں کو علی الاعلان جہاد پر ابھارتے تھے اور لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ ان کے ساتھ ہو کر حکومت کا مقابلہ کرو۔ امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم رحمہ اللہ کے زمانے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ان کی حمایت میں بڑے شد و مد کے ساتھ بولنے لگے تھے۔ کوفہ کے مشہور محدث ابراہیم بن سوید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ابراہیم بن عبد اللہ کے خروج کے زمانے میں دریافت کیا کہ فرض حج ادا کرنے کے بعد آپ کا کیا خیال ہے کہ (نفلی) حج کرنا زیادہ بہتر ہے یا اس شخص یعنی ابراہیم کی رفاقت میں حکومت سے مقابلہ کرنا زیادہ ثواب کا کام ہے؟ ابراہیم بن سوید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ غور کے ساتھ میں نے دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ: اس جنگ میں شرکت ایسے پچاس حج سے زیادہ افضل ہے''۔

(بحوالہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی، مؤلف سید مناظر حسن گیلانیؒ ص: ۳۴۳)

اسی طرح استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن، مولانا فضل محمد حفظہ اللہ اپنی کتاب ''دعوت جہاد'' میں نقل کرتے ہیں:

''مصیصہ چھاؤنی کے ایک کمانڈر کا بھائی ابراہیم رحمہ اللہ کے ساتھ ہو کر حکومت کی فوجوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ اس کا بھائی مصیصہ سے آیا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ملا اور کہا کہ ''میرے بھائی کو آپ نے ابھارا اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا، یہ آپ نے بہت بُرا کیا''۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں تو چاہتا تھا کہ کفار کے مقابلہ سے دست کش ہو کر تم یہاں آجاتے اور تمہارا بھائی جہاں ''شہید'' ہوا تھا وہیں پر تم بھی شہید ہو جاتے تو یہ اس سے بہتر ہوتا جو تم کفار کے مقابلے میں مصیصہ میں تھے اور تم جو جہاد کر رہے ہو اس سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے جس میں تمہارا بھائی مارا گیا''۔

(دعوت جہاد از مولانا فضل محمد، ص: ۱۴۲ تا ۱۴۴)

اور جب آپ کو ابراہیم الصائغ رحمہ اللہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ رحمہ اللہ کی کیفیت یہ تھی کہ جس کے بارے میں امام ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ: لَمَّا بَلَغَ أَبَا حَنِيفَةَ قَتْلُ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغَ بَكَى حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَمُوْتُ، فَخَلَوْتُ بِهِ فَقَالَ: كَانَ وَاللَّهِ رَجُلًا عَاقِلًا، وَلَقَدْ كُنْتُ أَخَافُ عَلَيْهِ هَذَا الْأَمْرَ''۔

''میں نے سنا امام ابن مبارک رحمہ اللہ سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو ابراہیم الصائغ رحمہ اللہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ رحمہ اللہ اس قدر روئے کہ ہم نے سمجھا کہ وہ اسی میں آپ کی موت واقع ہو جائے گی، پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم! وہ صاحب عقل آدمی تھے اور مجھے ان پر اسی بات کا خوف تھا''

(احکام القرآن لجصاصؒ، ج: ۳، ص: ۴۶۵)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

''امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف (جبکہ معتد بہ قوت ہو) بغاوت کرنی چاہیے جیسا کہ ابو اسحاق الفزاری نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ کو اللہ کا ڈر نہیں ہے کہ میرے بھائی کو ابراہیم (ابراہیم بن عبد اللہ بن الحسن ہیں) کی معیت میں (خلیفہ کے خلاف) بغاوت پر اکسایا، آمادہ کیا؟ امام صاحب نے کہا کہ اگر وہ بدر میں مارا جاتا تو؟ اللہ کی قسم میرے نزدیک یہ بدر صغری ہے''۔

(شذرات الذہب:۴۴/۱، تاریخ بغداد:۳۸۴/۱۳)

اس کے علاوہ جب زید بن علی نے ظالم حکمران کے خلاف خروج کیا تو آپ رحمہ اللہ کا عمل کیا تھا؟ امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَقَضِيَّتُهُ فِي أَمْرِ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ مَشْهُورَةٌ وَفِي حَمْلِهِ الْمَالِ إِلَيْهِ وَفُتْيَاهُ النَّاسَ سِرًّا فِي وُجُوبِ نُصْرَتِهِ وَالْقِتَالِ مَعَهُ''۔

''زید بن علی (کے خروج) کے معاملے میں ان (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) کا طرز عمل مشہور ہے۔ ان کو (اس خروج کے لئے) مال دینے اور لوگوں کو مخفی طور پر ان کی نصرت کے وجوب اور ان کے ساتھ مل کر قتال کرنے کے فتوے کے بارے میں بھی ان کا طرز عمل مشہور ہے''۔

(احکام القرآن لجصاصؒ ج:۲، ص:۳۲)

یہ تو معاملہ ہوا کہ ظالم و جابر مسلم حاکم کے بارے میں شریعت کا واضح حکم کے بارے میں، لیکن اب ہم ایسے حاکم کے بارے میں حکم شرعی کو جان لیتے ہیں جو کہ جس کی ذات سے کفر بواح کا ظہور ہو جائے۔

## کفر وارتداد کے مرتکب حکمران کے بارے میں شریعت کا حکم:

عمارتِ خلافت کی موجودگی میں ایسا حاکم جو کہ صریح کفر وارتداد میں مبتلا ہو جائے تو سلف وخلف سب نے بالاتفاق اس کو واجب العزل قرار دیا اور اس کے خلاف خروج کو "فرضِ عین" قرار دیتے ہوئے اس کو "جہاد فی سبیل اللہ" سے تعبیر کیا جو کہ ہر قدرت رکھنے والے مسلمان پر واجب ہو جاتا ہے اور جو قدرت نہ رکھتا ہو، اس کے لئے اس سر زمین سے ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"اگر یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد کسی اور کو حلال حرام قرار دینے کا حق ہے جو نبی ﷺ کی زندگی میں نہیں تھا، یا کسی حد کو لازمی قرار دے جو نبی ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی، یا ایسا شرعی قانون بناتا ہے جو نبی ﷺ کی زندگی میں نہیں تھا تو وہ شخص کافر مشرک ہے، اس کی جان ومال کا حکم مرتد کا ہے"۔

(مجموع الفتاوی: ۲۸/۵۲۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ کہ اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ حکمران کفر کی بناء پر (از خود) معزول ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان پر اس کے خلاف خروج میں حصہ ڈالنا واجب ہو جاتا ہے۔ پھر جو اس کی قدرت رکھے اور اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہو وہ ثواب کا مستحق ہو گا، اور جو کوئی (قدرت کے باوجود) مداہنت ومصالحت کا رویہ اپنائے وہ گناہ گار ٹھہرے گا اور جو کوئی اس کافر حکمران کے خلاف اٹھنے کی قدرت نہ رکھے، اس پر واجب ہے کہ وہ اس سر زمین سے ہجرت کر جائے"۔

(فتح الباری، ۱۳/۱۲۳)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اجمعوا على ان الامامة لا تنعقد لكافر ولو طرأعليه الكفر انعزل وكذا لوترك اقامة الصلوات والدعاء اليها وكذ البدعة''

''اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ کوئی کافر مسلمانوں کا حاکم نہیں بن سکتا اور حاکم بننے کے بعد کفر کا ارتکاب کرے تو معزول قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر وہ نماز قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے یا بدعت جاری کرے تب بھی اس کو یہی حکم ہے''۔

(مرقاۃ المفاتیح؛ج:۱۱، ص:۳۰۳)

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أَجۡمَعَ الۡعُلَمَاء عَلَى أَنَّ الۡإِمَامَة لَا تَنۡعَقِد لِكَافِرٍ، وَعَلَى أَنَّهُ لَوۡ طَرَأَ عَلَيۡهِ الۡكُفۡر اِنۡعَزَلَ، قَالَ : وَكَذَا لَوۡ تَرَكَ إِقَامَة الصَّلَوَات وَالدُّعَاء إِلَيۡهَا''

''اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی کافر مسلمانوں کا امام (حکمران) نہیں بن سکتا اور اسی طرح اگر امام بننے کے بعد کوئی حاکم (قولی یا فعلی کفر وارتداد کی وجہ سے) کافر ہو جائے تب بھی فوراً معزول ٹھیرے گا۔ نیز اگر وہ نماز قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے تب بھی معزول قرار پائے گا''۔

(شرح النووی علی مسلم؛ج:٦، ص:۳۱۴ رقم:۳۴۲۷)

قاضی عیاض رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''فَلَوۡ طَرَأَ عَلَيۡهِ كُفۡر وَتَغۡيِير لِلشَّرۡعِ أَوۡ بِدۡعَة خَرَجَ عَنۡ حُكۡم الۡوِلَايَة، وَسَقَطَتۡ طَاعَته، وَوَجَبَ عَلَى الۡمُسۡلِمِينَ الۡقِيَام عَلَيۡهِ، وَخَلۡعه وَنَصۡب إِمَام عَادِل إِنۡ أَمۡكَنَهُمۡ ذَلِكَ، فَإِنۡ لَمۡ يَقَع ذَلِكَ إِلَّا لِطَائِفَةٍ وَجَبَ عَلَيۡهِمۡ الۡقِيَام بِخَلۡعِ الۡكَافِر، وَلَا يَجِب فِي الۡمُبۡتَدِع إِلَّا إِذَا ظَنُّوا الۡقُدۡرَة عَلَيۡهِ، فَإِنۡ تَحَقَّقُوا الۡعَجۡز لَمۡ يَجِب الۡقِيَام ، وَلۡيُهَاجِرۡ الۡمُسۡلِم عَنۡ أَرۡضه إِلَى غَيۡرهَا، وَيَفِرّ بِدِينِهِ''

''اگر کوئی حکمران کفر کا ارتکاب کرے، یا شریعت میں کوئی ردوبدل کرے، یا کوئی بدعت جاری کرے تو وہ بطور حکمران باقی نہیں رہتا، اس کی اطاعت ''ساقط'' ہو جاتی ہے اور مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ اگر وہ قدرت رکھتے ہوں تو اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اسے ہٹا کر اس کی جگہ کوئی عادل حکمران مقرر کریں۔ نیز اگر پوری امت میں سے محض کوئی ایک گروہ یہ قدرت رکھتا ہو تو اس گروہ پر واجب ہو گا کہ وہ اس کافر حاکم کو اس کے منصب سے ہٹائے۔ یہ تو کافر حکمران کا معاملہ تھا، رہا بدعتی حکمران کو ہٹانا، تو تبھی واجب ہو گا جب اس بات کا غالب امکان ہو کہ اس پر غلبہ پالیا جائے گا۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ مسلمان اتنی قدرت بھی نہیں رکھتے تو ایسے حکمران کے خلاف خروج واجب نہیں ہو گا ۔ایسی صورت میں ایک مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ اوہ اپنے دین کو بچاتے ہوئے اس سرزمین سے نکل جائے''۔

(شرح النووی ؒعلی مسلم؛ج:٦،ص:٣١۴ رقم:٣۴٢٧)

امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسلام ہی اصل ہے بالفرض اگر کوئی امام دین سے نکل جائے تو اس کے منصب چھیننے اور امامت کے انقطاع اور منصب سے معزولی کو مخفی نہیں رکھا جائے گا''۔

(غیاث الامم،ج:ا،ص:۵٧)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی ایسا شخص حکمران بن جائے جس میں (امام عادل کی) تمام شروط مکمل طور پر نہیں پائی جاتیں تو اسکی مخالفت میں جلدی نہیں کرنی چاہیے اس لئے کہ اس مخالفت سے ملک میں لڑائی جھگڑے فسادات پیدا ہوں گے جو کہ ملک و قوم کے مصلحت کے خلاف ہے بلکہ بہت زیادہ بگاڑ کا سبب بنیں گے لیکن اگر حکمران نے کسی اہم ''دینی امر'' کی مخالفت کی تو اس کے خلاف قتال جائز ہو گا بلکہ واجب ہو گا۔ اس لئے کہ اب اس نے اپنی افادیت ختم کر دی ہے

اور قوم کے لئے مزید فساد و بگاڑ کا سبب بن رہا لہٰذا اس کے خلاف قتال "جہاد فی سبیل اللہ" کہلائے گا۔"

(حجة الله البالغة، ج:۲ص:۳۹۹)

چناچہ ایسے حکمرانوں کے خلاف خود رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسلح خروج کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی روایات کے الفاظ یوں ہیں۔وہ کہتے ہیں:

((دَعَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعۡنَاهُ فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيۡنَا أَنۡ بَايَعَنَا عَلَى السَّمۡعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنۡشَطِنَا وَمَكۡرَهِنَا وَعُسۡرِنَا وَيُسۡرِنَا وَأَثَرَةٍ عَلَيۡنَا وَأَنۡ لَا نُنَازِعَ الۡأَمۡرَ أَهۡلَهُ قَالَ إِلَّا أَنۡ تَرَوۡا كُفۡرًا بَوَاحًا عِنۡدَكُمۡ مِنَ اللّٰهِ فِيهِ بُرۡهَانٌ))

"ہمیں بلایا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے۔پس آپ نے ہم سے اس بات پر بیعت لی کہ ہم سنیں گے اطاعت کریں گے چاہے حالات سخت ہوں یا ساز گار، خوشی ہو یا غمی، ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے پھر بھی اور ہم اہل حکومت سے اختیارات واپس نہ لیں سوائے اس صورت کے کہ ان سے ایسا "واضح کفر" سرزد ہو جائے جس کے کفر ہونے پر اللہ کے دین میں صریح دلیل موجود ہو"۔

(صحیح مسلم، ج۹ص۳۷۴ رقم الحدیث:۳۴۲۷)

درج بالا حدیث کے الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے "کفر بواح" کے صرف ارتکاب پر حاکم کو واجب العزل قرار دے دیا۔

## فسق متعدی پر قتال کے واجب ہونے کا حکم:

اسی طرح بعض احادیث کے مطابق اگر وہ کھلم کھلا معصیت کا ''حکم'' بھی دینا شروع کر دے جس کو فقہاء نے ''فسق متعدی'' سے تعبیر کیا ہے اور اس کا حکم بھی ''کفر بواح'' کا ہی ہے۔احادیث مبارکہ یوں ہیں:

((عَنۡ عُبَادَةَ بۡنِ الصَّامِتِ عَنۡ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مِثۡلَ ذَلِكَ قَالَ مَا لَمۡ يَأۡمُرُوكَ بِإِثۡمٍ بَوَاحًا))

''حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح بیعت لی ۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:سوائے اس کے کہ وہ تمہیں کھلم کھلا گناہ کا حکم دے''۔

(مسند احمد ج:۴۶ص:۲۲۱، رقم الحدیث:۲۱۶۷۵)

((الاان یأمرك باثم بواحا عندك تأویله من الكتاب))

''سوائے اس کے کہ وہ حکم دے تم کھلے گناہ کا جس کی دلیل تمہارے پاس کتاب(و سنت)سے ہو''۔

(مسند الشامین ج:۱ص:۱۴۱، رقم الحدیث۲۲۵)

((عبادة ابن صامت يقول:قال رسول اللهﷺ! ثم يا عبادة،قلت لبيك،قال اسمع واطع في عسرك ويسرك ومكرهك واثرة عليك اون اكلومالك وضربواظهرك الاان تكون معصية الله بواحا))

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اے عبادۃ!انہوں نے کہا حاضر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو چاہے تمہیں آسان لگے یا مشکل اور چاہے تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے اور چاہے وہ تمہارے مال لے لے اور تمہاری پیٹھوں پر مارے سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلا نافرمانی کا حکم دے''۔

(صحیح ابن حبان ج:۱۰ص:۴۲۸، رقم الحدیث ۴۵۶۶)

((یا عبادة اسمع واطع فی عسرك ویسرك ومنشطك ومكرهك واثرة علیك وان اكلوامالك وضربوا ظهرك الا ان تكون معصیة الله عزوجل بواحا))

''اے عبادۃ! سنو اور اطاعت کرو چاہے تمہیں آسان لگے یا مشکل اور چاہے تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے اور چاہے وہ تمہارے مال لے لے اور تمہاری پیٹھوں پر مارے سوائے اس کے بات کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلا نافرمانی کا حکم دے''۔

(الفردوس بماثور الخطاب ج:۵ص:۳۸۵، رقم الحدیث ۸۵۰۶)

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

(( مالم یأمروك باثم بواحا))

''جب تک وہ تمہیں حکم نہ دیں کھلم کھلا معصیت کا''۔

(السنة لابن عاصم ج:۳ص۱۵۷، هذااسناد صحیح علی شرط الشیخین)

چناچہ ''فسق معتدی'' کے بارے میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ساتویں قسم یہ ہے کہ حاکم ایسے فسق کا مرتکب ہو جو (اس کی ذات تک محدود نہ ہو بلکہ) لوگوں کے دین پر اثر انداز ہو؛ مثلاً وہ انہیں گناہوں پر مجبور کرے۔ اس جبر پر ''اکراہ'' ہی کے احکامات لاگو ہوتے ہیں، جو کہ اپنے مقام پر تفصیلاً بیان کئے جاچکے ہیں۔ یہ جبر و اکراہ بعض مرتبہ حقیقتاً اور بعض مرتبہ حکماً کفر میں داخل ہو جاتا ہے........ مثلاً جب حاکم شریعت سے متصادم قوانین (جو کہ معصیات پر مبنی ہوں ان) کے نفاذ پر اصرار کرے۔ اب اگر تو وہ ایسا اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ ان کے خلافِ شرع قوانین کو شرعی قوانین سے بہتر سمجھتا ہے تو یہ ''کفر صریح'' ہے اور اگر وہ (ایسا نہیں سمجھتا لیکن) شریعت کے نفاذ میں سستی ولاپرواہی سے کام لیتا ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ

عرصے تک (معصیت پر مبنی) خلافِ شرع نظام چلتے رہنے کے نتیجے میں دلوں سے شریعت کی عظمت اٹھ جائے گی تو ایسی سستی و"غفلت" اگرچہ حقیقتاً کفرِ صریح تو نہیں کہ اس کے مرتکب کو کافر قرار دیا جائے لیکن اسے حکم شرعی کے اعتبار سے کفر ہی میں داخل سمجھا جائے گا۔ (جیسا کہ فقہ کا اصول ہے کہ مقدمۃ الشئ بحکم ذلک الشیئ)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اذان دینے سے انکار کر دیں تو ان کے خلاف قتال جائز ہو گا کیونکہ اذان شعائر دین (اور سنن) میں سے ہے اور اسے ترک کرنا اس کی عظمت و اہمیت کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ تفصیل کے لئے کتاب "ردالمختار" کا باب "باب الاذان" دیکھئے۔ پس اس صورت میں یہ ساتویں قسم بھی تیسری قسم یعنی کفرِ بواح (کفرِ صریح) میں شامل سمجھی جائے گی اور ایسے میں تیسری قسم میں ذکر کردہ تفصیلی احکام کو ملحوظ رکھتے ہوئے خروج جائز ہو گا"۔

(تکلمۃ فتح الملھم بشرح صحیح المسلم ، المجلد الثالث ، کتاب الامارۃ)

درج بالا کلام سے جو کہ ہم ظلم و فسق اور کفر وارتداد کے ساتھ حکومت کرنے والے کے ضمن میں پڑھ آئے ہیں اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ "قدرت و طاقت" کی شرط صرف ظالم و فاسق حکمران کے خلاف خروج کے لئے ہے ورنہ بصورت دیگر صبر اور انتظار کا حکم ہے لیکن حاکم کے کفر بواح کی صورت میں "خروج" پوری امت پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اگر امت غفلت کا مظاہرہ کرے تو ایک چھوٹے سے گروہ پر بھی واجب ہو گا کہ اس حاکم کو معزول کر دیں اور جو کوئی قدرت نہ رکھتا ہو اس کے لئے یہ نہیں کہ وہ اطمینان و سکون سے وہاں زندگی گزارتا رہے بلکہ اس کے لئے اس سرزمین سے ہجرت کر جانے کا حکم ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا کلام ہم پیچھے پڑھ آئے کہ:

وَلْيُهَاجِرُ الْمُسْلِمِ عَنْ أَرْضه إِلَى غَيْرِهَا، وَيَفِرّ بِدِينِهِ"

"ایسی صورت میں ایک مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے دین کو بچاتے ہوئے اس سرزمین سے نکل جائے"۔

(شرح النووی ؒ علی مسلم ؛ج:۶،ص:۳۱۴ رقم:۳۴۲۷)

اور جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو کوئی اس کافر حکمران کے خلاف اٹھنے کی قدرت نہ رکھے،اس پر واجب ہے کہ وہ اس سرزمین سے ہجرت کر جائے''۔

(فتح الباری، ۱۳/۱۲۳)

بس شریعت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ جس حاکم کی ذات میں کفر بواح کا ظہور ہو جائے تو وہ مسلمانوں پر حکومت کرنے کا جواز کھو بیٹھتا ہے اور اس کے خلاف مسلح خروج لازم ہو جاتا ہے اور اس کے خلاف کیا جانے والا قتال ''جہاد فی سبیل اللہ'' کہلاتا ہے۔

## کفر بواح کا مرتکب حاکم کا حکم اور پاکستان کا نظام طاغوت:

اب ذرا پاکستان سمیت اکثر مسلم علاقوں پر حکومت کرنیوالوں کو ہی دیکھ لیا جائے تو ان کی اپنی ذات میں ہی نہ صرف کفر بواح کا ظہور ہو چکا ہے بلکہ وہ اپنے زیر دست علاقوں پر کلی طور شریعت کے خلاف نظام نافذ کرنے کی وجہ سے ''طاغوت'' کے درجے پر فائز ہو چکے ہیں(جس کا خود اعتراف بھی حامد کمال صاحب بارہا کر چکے ہیں)۔

چناچہ حامد کمال صاحب اپنے ایک مضمون میں مسلم علاقوں پر مسلط طواغیت کی جانب سے کفریہ نظام حکومت رائج کرنے کی بنیاد پر امت کے اندر جو اضطرب پایا جاتا ہے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''چناچہ ایک عرصہ سے عالم اسلام میں جو سوال بار بار اٹھ رہا ہے اور عموماً دین کی غیرت رکھنے والے نوجوانوں کی زبان پر رہتا ہے وہ یہ کہ موجودہ حکمرانوں کا شریعت میں کیا حکم ہے اور مسلمانوں سے ان کے تعامل کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟.........(چناچہ)علمائے دین اور زعمائے امت سے جرأت گفتار اور افضل الجہاد کا بدستور تقاضا کر رہا ہے کہ وہ امت کے

نوجوانوں کو کھل کر بتائیں کہ موجودہ حکمران جو جانتے بوجھتے اور ہوش وحواس رکھتے ہوئے رب العالمین کی شریعت کو ایوان اقتدار سے بے دخل کر کے لاکھوں مربع میل کے اندر اور کروڑوں انسانوں کی گردنوں پر صریحاً غیر اللہ کا حکم اور قانون چلاتے ہیں آیا مسلمان ہیں یا کافر؟ موحد ہیں یا مشرک؟........(اسی طرح) کیا شرک کے ارتکاب کے باوجود بلکہ بار بار سمجھائے جانے پر بھی شرک کرتے رہنے کے باوجود کلمہ گو ہونا ان کے لئے فائدہ دے سکتا ہے؟ ملک کے طول و عرض میں شرک کی تہذیب و ثقافت، کفر کا قانون اور استعمار کا دین پورے منظم اور باقاعدہ انداز میں رائج کرنے کے بعد بھی ان حکمرانوں کی کلمہ گوئی کا ڈھنڈورا پیٹا جانا شریعت میں کیا وقعت رکھتا ہے؟........یہ ہے وہ اصل سوال جو کہ مراکش سے انڈونیشیا تک پھیلا ہوا ہے اور برس ہا برس سے تہذیب کفار کے پنجوں میں گرفتار عالم اسلام چیخ چیخ کر زعمائے دین کو دعوت سخن دے رہا ہے"۔

("کیا موجودہ حکمرانوں کو طاغوت کہنے والے تکفیری اور خارجی ہیں" سے ایک اقتباس)

پھر امت کی اس الجھن کا بہترین جواب خود یوں دیتے ہیں:

"سوال کا صحیح تعین ہو جائے تو شریعت میں اس کا جواب پانا کچھ مشکل نہیں۔ جو آدمی اللہ کی مخلوق پر اللہ کے حکم اور قانون کی بجائے اپنا حکم اور قانون چلائے وہ اللہ کا شریک اور ہم سر ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس کو "طاغوت" کہا جاتا ہے۔ ایک طاغوت اور ایک مسلم حکمران میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اگرچہ مسلم حکمران ظالم اور فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ ان دونوں کا حکم ایک کر دینا بھی کسی ظلم عظیم سے کم نہیں"۔

("کیا موجودہ حکمرانوں کو طاغوت کہنے والے تکفیری اور خارجی ہیں" سے ایک اقتباس)

لیکن اس کو کس کی بدقسمتی کہا جائے کہ حامد کمال صاحب موجودہ حکمرانوں کی شرعی حیثیت کا صحیح ادراک تو کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ یہ حکمران اپنے کفر و ارتداد کی بناء پر "طاغوت" کے درجے پر فائز ہو چکے ہیں لیکن طاغوت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے جو واضح احکامات شریعت نے بیان کئے ہیں اس

کو بیان کرنے سے وہ بھی قاصر نظر آتے ہیں۔ چناچہ وہ ان طواغیت کے خلاف "پرامن جدوجہد" کے راستے کو ہی اصل حکم شرعی کے طور پر بیان کرتے ہیں اور جو لوگ ان طواغیت کے خلاف مسلح جہاد کر رہے ہیں ان کے اس منہج کو وہ درست نہیں سمجھتے ہوئے اس کو مسترد کر دیتے ہیں، جیسا کہ ہم ان کے یہ اقوال شروع میں نقل کر چکے ہیں کہ:

"اور ایک پرامن جدوجہد کیلئے ہی امت کو اٹھ کھڑے ہونے کیلئے آمادہ کرنا۔ مختصراً، باطل کے خلاف ایک پرامن مگر زوردار اور حوصلہ مند جدوجہد"

(مضمون "صوفی محمد ایک اسلامی نظام کو باطل کیوں کہہ رہے ہیں؟" شمارہ ایقاظ اپریل)

چناچہ وہ یہ بھی کہتے ہیں:

"لہٰذا ہمارے خیال میں کوئی وجہ نہیں کہ اگر انہیں (نوجوانوں کو) ایک "پرامن اسلام" کی پیش قدمی نظر آئے، اور وہ بھی ایک حوصلہ افزا انداز میں، تو ہمارے یہ مخلص و باہمت نوجوان اپنے مسلح راستے کی بجائے اِس پرامن راستے کو درخورِ اعتنا جاننے میں کچھ بھی پس و پیش کریں"۔

("صوفی محمد ایک اسلامی نظام کو باطل کیوں کہہ رہے ہیں؟" حاشیہ نمبر:۵)

اس کے برعکس وہ لوگ جو ان طواغیت کے خلاف مسلح جہاد کو شرعاً واجب سمجھتے ہیں ان کو مسترد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"یقیناً ہم اس منہج کو درست نہیں سمجھتے کہ مسلم معاشروں کے اندر "نفاذ شریعت" کا ہدف خون ریزی کی راہ سے گزر کر آئے جس میں ایک پورا خطہ آگ کی لپیٹ میں لے آیا گیا ہو"۔

(مضمون "صوفی محمد ایک اسلامی نظام کو باطل کیوں کہہ رہے ہیں؟ حاشیہ نمبر:۴)

"مسلم ملکوں کے اندر اِس نظام کیخلاف ہتھیار اٹھانے کے منہج کو بھی، جو کہ حالیہ ہیجان خیز حالات کے باعث اسوقت یہاں کے کچھ مخلص طبقوں میں پذیرائی پا رہا ہے، مسترد کرنا"۔

(مضمون ''صوفی محمد ایک اسلامی نظام کو باطل کیوں کہہ رہے ہیں؟'')

حقیقت یہ ہے کہ ایسے حکمران جو کھلم کھلا کفر بواح کا حکم نہیں دیں بلک صرف اس کا ارتکاب کر بیٹھیں یا وہ معصیت کا حکم دینا شروع کردیں،تو اس ضمن میں ہم واضح کرچکے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے اطاعت کا ہاتھ کھینچ لینے اور ان سے تلوار سے نمٹنے کا حکم دیا ہے اور اسی بنیاد پر امت کے فقہاء ایسے حکمرانوں کے خلاف خروج کو ہر مسلمان پر لازم اور ''فرضِ عین'' قرار دیا ہے تو پھر ایسے حکمرانوں کو جو کہ ایسے نظام قانون کے ساتھ حکومت کررہے ہوں جس کے ''نظام طاغوت'' ہونے میں کسی کو (بشمول حامد کمال صاحب کے) شک نہیں، ان کے خلاف مسلح خروج کرنا کیوں ازروئے شریعت اولیٰ اور لازم نہیں ہوجائے گا؟ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ شریعت ایسے حاکم کے خلاف تو قتال کو واجب قرار دے جس کی صرف ذات میں کفر بواح کا ظہور ہوگیا ہو مگر وہ شخص جو کہ پورا نظام حکومت ہی کفر بواح کی بنیاد پر چلا رہا ہو تو ایسے طاغوت کے خلاف شریعت ''پرامن جدوجہد'' کرنے کا حکم دے۔

بس جو شخص ان تمام حقائق کے واضح ہونے کے باوجود یہی سمجھتا رہے کہ حکمران چاہے کتنا ہی افعالِ کفر و ارتداد کرتے رہیں، کتنا ہی الحکم بغیر ماانزل اللہ کے حکومت کرتے رہیں اور کتنا ہی کفار و مشرکین سے اپنی وفاداریاں نبھاتے رہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے خلاف مسلح خروج کرنا جائز نہیں بلکہ ان کے خلاف ''پرامن جدوجہد'' کا راستہ اختیار کیا جائے گا اور ان حکمرانوں کے خلاف جو شخص بھی مسلح خروج کرے، وہ اس کے نزدیک فساد کا مرتکب اور مسلمانوں کو تباہی کا راستے پر ڈالنے والا قرار پائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی اس طرح کی سوچ اور نظریات رکھتا ہے اس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ فہم دین سے بالکل عاری اور خلط مبحث کا شکار ہے۔

دوسرا مسئلہ

# کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں جہاد کا علم بلند کرنے کے لئے علماء کے ''جم غفیر'' کے متفقہ فتوے کی شرط

حامد کمال صاحب کے بارے میں محسوس ایسا ہوتا ہے کہ وہ دہری شخصیت کے مالک ہیں ،کیونکہ ایک طرف تو وہ امت کو درپیش مشکلات کا عموماً صحیح احاطہ کرکے لوگوں کے سامنے بیان کردیتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کا حل پیش کرنے کے معاملے میں شریعت کے بیان کردہ احکامات کے ساتھ اپنی جانب سے بے منطقی اور مردود شرائط بھی ساتھ لازم کردیتے ہیں جس کا وجود ہی شریعت میں نہیں ہوتا، جس کی ایک مثال مسلمانوں پر کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں جہاد کے فرض عین ہونے کے باوجود اس کے باقاعدہ آغاز کے لئے علمائے امت کے جم غفیر کا متفقہ فتوے کی شرط لگانا ہے۔بس جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں مسلم علاقوں پر مقامی طواغیت کے تسلط کی صورت میں حامد کمال صاحب مسلح جہاد کے قائل نہیں،اسی طرح مسلم علاقوں پر کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں بھی محسوس ایسا ہوتا ہے کہ وہ شاید جہاد کے قائل نہیں جس کی وجہ سے علمائے امت کے جم غفیر کے متفقہ فتوے کی لایعنی اور مردود شرط لگاتے ہیں۔

چناچہ حامد کمال الدین صاحب اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''چناچہ قاعدہ صرف اتنا نہیں کہ کہیں کفار کا راج ہے تو بس قتال جائز ہو جائے۔حتی کہ کفار کے کسی مسلم سرزمین پر غاصبانہ و مجرمانہ تسلط اور ان کے ہاں ظلم و ستم کا پایا جانا بھی بذات خود اس بات کے لئے کافی نہیں ہے کہ وہاں کچھ لوگ اپنی ذاتی صوابدید پر کوئی ''ہنگامہ'' کھڑا کرکے امت کو پھنسا آئیں اور اس کو ''جہاد'' قرار دیا جائے''۔

(مضمون ''مسلم حکمرانوں کی غیر موجودگی میں مسلح مزاحمت کیلئے شرعی ضوابط'' سے ایک اقتباس)

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

”آپ نے عموماً دیکھا ہو گا کہ کسی خطہ کے اندر کفار کے عدوان کا جب مسئلہ کھڑا ہوتا ہے یا جب مسلمانوں کے اندر اس کے خلاف کھڑے ہونے کی استعداد محسوس کی جاتی ہے تو وہاں جہاد جائز ہونے کے معاملہ میں اُمت کے اہل علم کی جانب سے باقاعدہ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ آپ نے مزید غور کیا ہو گا کہ اس معاملہ میں کسی ایک یا دو عالموں کے فتاویٰ پر اکتفا نہیں کر لیا جاتا چاہے علمی طور پر وہ ایک دو عالم کتنے بھی قابل اعتماد کیوں نہ ہوں۔ ایک اجتماعی مسئلے پر اتفاق رائے کی فضا پیدا کرنے کیلئے خصوصاً خلافت کی غیر موجودگی میں، علمائے اُمت کا ایک ”جمع غفیر“ درکار ہوتا ہے“۔

(مضمون ”مسلم حکمرانوں کی غیر موجودگی میں مسلح مزاحمت کیلئے شرعی ضوابط“ سے ایک اقتباس)

پھر اسی مسئلے کے ضمن میں مزید کہتے ہیں:

”خصوصاً مسئلہ اگر توقف کی بجائے اقدام کا ہو تو وہاں کسی ایک عالم کا فتوی علم جہاد بلند کر آنے کیلئے کافی نہیں۔ اس بات کی اجازت دے دی جائے تو کوئی بھی جا کر کسی ایک آدھ جگہ سے فتویٰ لے آسکتا ہے اور اس صورت میں مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور بد نظمی کا آجانا یقینی ہے۔ چنانچہ قاعدہ صرف اتنا نہیں کہ کہیں پر کفار کا راج ہے تو بس قتال جائز ہو جائے۔ حتی کہ کفار کے کسی مسلم سرزمین پر غاصبانہ و مجرمانہ تسلط اور ان کے ہاں ظلم و ستم کا پایا جانا بھی بذات خود اس بات کیلئے کافی نہیں کہ وہاں کچھ لوگ اپنی ذاتی صوابدید پر کوئی ہنگامہ کھڑا کر کے اُمت کو پھنسا آئیں اور اس کو جہاد قرار دیا جائے“۔

(مضمون ”مسلم حکمرانوں کی غیر موجودگی میں مسلح مزاحمت کیلئے شرعی ضوابط“ سے ایک اقتباس)

چناچہ ایک اور جگہ کہتے ہیں:

”پس امت کے اعلیٰ سطح کے علماء اور اہل الرائے ہی، ایک بڑی تعداد میں، جب کسی خطے کے اندر مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے کی ہدایت کریں اور اس پر باقاعدہ فتاویٰ جاری کریں، جس پر کہ کبھی ممکن نہیں کہ امت کے دیندار طبقے یک آواز نہ ہو جائیں، تب اور صرف تب یہ جائز

ہو گا کہ وہاں قتل و قتال اور خون بہنے کا عمل شروع ہو۔ بصورتِ دیگر ایک خون کا ناحق بہہ جانا بھی گناہِ عظیم ہے، چاہے آدمی کتنا ہی یہ سمجھے کہ کسی جگہ جہاد واجب ہو چکا ہے............ بلا شبہ کہیں پر جہاد شروع کرا دینا (چاہے وہ دفاعی ہی کیوں نہ ہو) ایک ایسا ہی دور رس اور اجتماعی فیصلہ ہے، تو اِس امر کیلئے کسی ایک آدھ عالم کا فتویٰ پھر بھی کافی نہیں۔ اس کیلئے علماء کا ایک ''جمع غفیر'' چاہیے، جن کے فتویٰ پر امت کے اہل دین طبقے یک آواز ہو سکتے ہوں اور وہ اپنی تاثیر میں اس بات کی ضمانت ہو کہ کسی محاذ کی بابت امت اپنی رائے میں منقسم و متنازع نہ ہو''۔

(مضمون ''شرعی ضوابط کا التزام ناگزیر تر ہے'' سے ایک اقتباس شمارہ ایقاظ جنوری 2008ء)

ایک جگہ یوں کہتے ہیں:

''چنانچہ کفار کے دھاوے کے خلاف مزاحمت کو عالم اسلام کے بعض ''معروف محاذوں'' پر جمہور اُمت کے نزدیک اس وقت اگر جائز کہا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظلمِ کفار کے خلاف مسلم مزاحمت کے کوئی ضوابط نہ ہوں اور کوئی بھی جذباتی آدمی کسی بھی وقت بڑے آرام سے ''بلوے'' کرا سکتا ہے''۔

(''مسلم حکمرانوں کی عدم موجودگی میں مسلح مزاحمت کے لئے شرعی ضوابط'' سے ایک اقتباس)

موصوف کے درج بالا کلام سے جو موصوف کے ''جہاد دفع'' (دفاعی جہاد) سے متعلق جس نظریہ اور منہج کا اظہار ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے علاقوں پر کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں اس وقت تک مسلح جہاد کا آغاز نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ صرف اس علاقے کے ہی نہیں بلکہ امت کے علماء کہلانے والوں کا ''جم غفیر'' متفقہ طور پر اس جہاد کے حق میں فتویٰ جاری نہ کر دے اور اس معاملے میں امت کے علماء کے جم غفیر میں کوئی اختلاف نہ ہو۔

## تَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ.........

بس جب تک علماء کا جم غفیر اس جہاد کے بارے میں متفقہ فتویٰ جاری نہ کرے اس وقت تک کسی کی طرف سے مسلح جہاد شروع کرنا جہاد نہیں کہلائے گا اور کسی ایک دو علماء کا اس جہاد کے حق میں فتویٰ دینا بھی کوئی معنی نہیں رکھتا جبکہ اس کے راسخون فی العلم ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔

چناچہ ایک دو بڑے علماء کی طرف سے جہاد کی منادی پر جہاد شروع کرنا بغیر علماء امت کے جم غفیر کی منظوری کے، ''ہنگامہ و فساد'' سے تعبیر ہوگا اور جو یہ کام کرے گا وہ ''گناہ عظیم'' کا مرتکب ہوگا، چاہے اس دوران کفار اس علاقے کے مسلمانوں کو لاکھوں کی تعداد میں قتل کردیں، ہزاروں مسلمان عورتوں کی عزتوں سے کھیل جائیں، مسلمانوں کی مال واملاک کو برباد کردیں، کھیت کھلیانوں کو اجاڑ دیں، لاکھوں مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کردیں۔

گویا کہ حامد کمال صاحب کے نزدیک کفار کے ظلم وستم میں پسنے والے مسلمان اس وقت تک کفار کے ظلم کا تختہ مشق بنیں رہیں جب تک علماء امت کے جم غفیر جو کہ آج {تَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ} ''تم گمان کرتے ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سورہے ہیں'' کی مثال بنے ہوئے ہیں، ان کو یہ توفیق نہ ہوجائے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوجائیں اور خوف وحزن کی چادر سے باہر نکل کر اس علاقے میں جہاد شروع کرنے کے حوالے سے متفقہ فتویٰ جاری نہ کردیں۔ اس کے باوجود جو شخص بھی علماء کے جم غفیر تائید کے بغیر جہاد شروع کردے تو وہ امت میں انتشار و بدنظمی کا ذمہ دار ہے، فساد وہنگامہ برپا کرنے کا موجب ہے چناچہ اس صورت میں وہ گناہ عظیم کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

یہ ہے درجہ بالا کلام کا خلاصہ جس کو پڑھ کر عالم تو عالم، ایک ان پڑھ جاہل مسلمان جس کی بنیادی انسانی فطرت مسخ نہ ہوئی ہو، وہ بھی اس فکر و منہج سے برأت کردے گا! واللہ! یہ نظریہ اور منہج دراصل موصوف کی طرف سے شریعت پر ایک صریح بہتان اور افتراء بازی کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے باوجود ہم ان صفحات میں درج ذیل دو امور کو سمجھنے کی کوشش کریں گے:

(۱) "دفاعی جہاد" سے کیا مراد ہے؟ یہ کب فرض ہو جاتا ہے؟ اور اس کے آغاز کے لئے شریعت نے کیا شرائط بیان کئے ہیں۔

(۲) کیا جہاد دفع کے لئے علماء کے جم غفیر کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے؟ اور کیا ایسی کسی شرط کو علماء نے بیان کیا ہے؟ کیا امت کی تاریخ میں کبھی دفاعی جہاد کے لئے علماء امت کے جم غفیر کے فتوے کا انتظار کیا گیا؟

## دفاعی جہاد سے مراد:

اس سے پہلے کہ دفاعی جہاد کی تعریف، اس کے فرض ہونے کے اسباب اور اس کے لئے شرائط کے حوالے سے ہم کوئی کلام کریں، اس حوالے سے ہم ڈاکٹر عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ کے مشہور معروف بلکہ حامد کمال صاحب کے اصول کے مطابق علماء کے جم غفیر کی جانب سے تائید شدہ فتوے الدفاع عن أن اراضی المسلمین أهم فروض العيان بعد الایمان کے اردو ترجمے "ایمان لانے کے بعد اہم ترین فرض عین"، جس کو پاکستان عرب و عجم کے علماء کی اکثریت کی تائید حاصل تھی، اس میں سے چند اقتباسات پیش کر دیتے ہیں تاکہ موصوف کے درج بالا نظریات اور منہج کی اصل حقیقت واضح ہو سکے اور اس کے صحیح یا غلط ہونے میں کسی کو کوئی شک و تردد نہ رہے۔ امام عبد اللہ عزام شہید اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں:

## جہاد فی سبیل اللہ کی دو اقسام:

کفار کے خلاف جہاد کی دو اقسام ہیں:

1. اقدامی جہاد (جہاد الطلب)
2. دفاعی جہاد (جہاد الدفع)

## اقدامی جہاد(جہاد الطلب) اوراس کا شرعی حکم:

اقدامی جہاد کا مطلب ہے:''طلب الکفار فی بلادھم''،یعنی خود جنگ کی ابتداء کرتے ہوئے کفار کے علاقے میں گھس کر ان پر حملہ کرنا،جب کہ وہ مسلمانوں کے خلاف قتال کے لئے تیاری بھی نہ کررہے ہوں۔ایسے حالات میں جہاد فرضِ کفایہ ہوتاہے،جس کی ادائیگی کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ:

(۱)سرحدوں پر اہل ایمان کی اتنی تعداد ہر وقت موجود رہے جو سرزمین اسلام کے دفاع اور اللہ کے دشمنوں پر دہشت بٹھانے کے لئے کافی ہو۔

(۲)سال میں کم از کم ایک مرتبہ مسلمان فوج کو کفار کے خلاف لڑنے کے لئے ضرور بھیجا جائے جبکہ کفار کا مسلمانوں کے خلاف کوئی لڑنے کا کوئی ارادہ بھی نہ ہو۔لہٰذا مسلمانوں کے امام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سال میں ایک یادو مرتبہ ''دار الحرب''کی سمت لشکر روانہ کرے اور رعایا کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں امام کے ساتھ تعاون کرے۔لیکن اگر امام کسی لشکر کو نہیں بھیجتا تو گناہ کا بوجھ اسی پر ہوگا۔

(حاشیۃ امام ابن عابدین الشامی :۳/۱۳۸)

اسی طرح فقہاکرام سال میں ایک مرتبہ لشکر بھیجنے کے مسئلے کو''جزیے''کے مسئلے پر قیاس کرتے ہیں۔علمائے اصول فرماتے ہیں:

''الجھاد دعوۃ قھریۃ فتجب اقامۃ بقدر الامکان حتی لایبقی الامسلم او مسالم''

''جہاد قوت وغلبہ کے ذریعے دعوت پھیلانے کا نام ہے۔پس جہاد کو استطاعت بھر قائم کرنا فرض ہے یہاں تک کہ کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے جو مسلمان نہ ہو یا پھر مسلمانوں سے مصالحت(یعنی جزیہ دینے پر) آمادہ نہ ہو چکا ہو۔''

(حاشیۃ الشروانی وابن القاسم علی تحفۃ المحتاج علی المنھاج :۹/۲۱۳)

(اقدامی جہاد فرض کفایہ ہوتا ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ علمائے اصول کا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ "فرض کفایہ" مقررہ مدت میں ادا نہ کیا جائے تو وہ "فرض عین" ہو جاتا ہے، جیسے نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے لیکن اگر مقررہ مدت میں کچھ لوگ اسے ادا نہ کریں تو پھر وہ تمام مسلمانوں پر فرضِ عین ہو جاتی ہے جب تک کہ کچھ لوگ اُس کو ادا نہ کرلیں۔ مؤلف)

## دفاعی جہاد (جہاد الدفع) اور اس کا شرعی حکم:

دفاعی جہاد جس کو "جہاد الدفع" بھی کہتے ہیں، اس سے مراد ((دفع الكفار من بلادنا)) "کفار کو مسلمانوں کے علاقوں سے باہر نکالنے کے لئے جہاد۔ دفاعی جہاد فرض عین، بلکہ "اہم ترین فرض عین" ہے۔ چار صورتیں ایسی ہیں جن میں (سے کوئی ایک بھی ظاہر ہو جائے تو) دفاعی جہاد تعین کے ساتھ ہر ایک مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے:

☆ "اذا دخل الكفار بلدة من بلاد المسلمين"
"جب کفار مسلمانوں کے کسی بھی علاقے میں گھس آئیں"۔

☆ "اذا التقى الصفان وتقابل الزحفان"
"جب کفر و اسلام کے لشکروں کا آمنا سامنا ہو اور دونوں طرف کی صفیں ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں"۔

☆ "اذا استنفر الامام افراداً أو قوماً وجب عليهم النفير"
"جب امام کچھ افراد یا کسی قوم سے جہاد کے لئے نکلنے کا مطالبہ کرے، تو ان سب پر فرض ہو جاتا ہے کہ نکلیں۔"

☆ "اذا أسر الكفار مجموعة من المسلمين"
"جب کفار کچھ مسلمانوں کو قید کرلیں"

(امام عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ کلام یہاں ختم ہوا)

## جہاد کے فرض عین ہونے کے اسباب اور موجودہ حالات:

یہ ہیں وہ اسباب جو کہ علماء سلف وخلف نے جہاد فی سبیل اللہ کے تعین کے ساتھ ہر ایک کے فرض عین ہونے کے ضمن میں بیان کئے ہیں، جن کو امام عبد اللہ عزام نے اپنے فتوے میں بیان کیا۔ کسی بھی عقل وشعور رکھنے والے شخص کے لئے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ درجِ بالا چاروں اسباب کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو آج جہاد کے "فرضِ عین" ہو جانے کے حوالے سے مسلمانوں کے مجموعی حالات یا صورتحال میں کوئی ایک بھی شاید باقی نہ رہ گئی ہو؟ آج کفار و مشرکین مسلمانوں کے اکثر علاقوں میں قابض ہو چکے ہیں یا اُن کا اثر ونفوذ ان علاقوں میں اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ عملاً ان ہی کی عملداری ہو چکی ہے اور وہ ان علاقوں میں مسلمانوں کے جان ومال، عزت وآبرو کو اپنے لئے حلال سمجھ چکے ہیں، کفار ومشرکین اور مسلمانوں کے لشکر پوری دنیا میں باہم مقابل ہیں، مسلمانوں کے لئے "جہاد فی سبیل اللہ" میں پیچھے بیٹھے رہنے کوئی عذر باقی نہیں رہ گیا کہ آج مسلمانوں کے اکثر مقبوضہ علاقوں کے رہنے والے مسلمان مدد ونصرت کے محتاج ہیں اور آج مسلمان عورتوں اور مردوں کی ایک کثیر تعداد کفار ومشرکین کی قید میں ہیں، چاہے وہ ابو غریب جیل ہو یا کیوبا کے گوانتاناموکا عقوبت خانہ، کابل میں قائم مشہور زمانہ بگرام جیل ہو یا کفار ومشرکین کے علاقوں کے علاوہ بلادِ اسلامیہ بشمول پاکستان، مصر، ترکی، سعودی عرب وغیرہ میں پھیلے ہوئے عقوبت خانے، جن میں اُن پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے جا رہے ہیں جن کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کی اکثریت آج الحمد اللہ! مختلف محاذوں پر مسلمان مقامی امراء کی قیادت میں کفار ومشرکین سے برسر پیکار ہیں۔ لہٰذا آج کسی بھی شخص کے لئے مسلمانوں پر جہاد کے فرضِ عین بلکہ "اہم ترین فرضِ عین" ہونے میں کوئی شک یا تردد یا ابہام نہیں رہنا چاہیے سوائے اس شخص کہ جس کے دل اور کانوں پر اللہ رب العزت کی طرف سے مہر لگ گئی ہو اور آنکھوں پر حجاب آگیا ہو اوراس کے لئے ہدایت کے بدلے گمراہی اور نجات کے بدلے بربادی لکھ دی گئی ہو۔

بہر حال! یہ تھے وہ چار اسباب جن کی بنیاد پر فقہاء نے جہاد کو تعین کے ساتھ ہر ایک پر فرض عین قرار دیا ہے۔ لیکن موضوع کی مناسبت سے ہمارے پیش نظر چونکہ کفار کا مسلمانوں پر حملے کی صورت میں ''دفاعی جہاد'' کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا ہے لہٰذا اس صورت پر ہم مزید روشنی ڈالیں گے تاکہ حامد کمال صاحب کے پھیلائے ہوئے ابہامات کا اللہ کے فضل سے سدباب کیا جاسکے۔

## جہاد فرض عین ہونے کے بعد اس کا اطلاق کس کس پر ہوتا ہے؟

اس ضمن میں ہم سب سے پہلے یہ سمجھتے ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں اور مسلمانوں کے علاقوں کو تخت و تاراج کرنے میں مصروف ہوں تو ازروئے شریعت کس کس پر جہاد تعین کے ساتھ فرض عین ہو جاتا ہے؟ چناچہ امام عبد اللہ عزام اپنے مشہور و معروف بلکہ متفقہ فتوے کے صفحہ نمبر ۶۴ میں لکھتے ہیں:

((اتفق السلف والخلف وجميع الفقهاء والمحدثين فى جميع العصور الاسلامية أنه:اذا اعتدى على شبر من أراضى المسلمين أصبح الجهاد فرض عين على كل مسلم ومسلمة ،بحيث يخرج الولد دون اذن والده والمرأة دون اذن زوجها))

''سلف و خلف، چاروں فقہی مذاہب کے علماء، محدثین اور مفسرین، تاریخِ اسلامی کے تمام ادوار میں اس بات پر غیر مشروط طور پر متفق رہیں کہ اگر کفار مسلمانوں کے کسی بھی علاقے میں گھس آئیں تو وہاں بسنے والوں اور ان کے قرب وجوار میں رہنے والوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اولاد والدین کی، بیوی شوہر کی اور مقروض قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے''۔

پھر امام عبد اللہ عزام رحمہ اللہ اپنے اس مؤقف کی دلیل میں مختلف اقوال پیش کرتے ہیں:
امام دسوقی رحمہ اللہ کے قول یوں نقل کرتے ہیں:

"دشمن کے اچانک حملے کی صورت میں دفاع کرنا ہر ایک کی ذمہ داری بن جاتی ہے، خواہ کوئی عورت، غلام یا بچہ ہی کیوں نہ ہو، اور چاہے شوہر، آقا یا قرض خواہ انہیں منع کریں، یہ پھر بھی نکلیں گے"۔

(حاشیہ الدسوقی، ج۲ص۱۷۴)

امام الرملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر کفار ہمارے علاقے میں گھس آئیں اور ہمارے اور کفار کے درمیان "قصر" کی مسافت رہ جائے تو اس مسافت کے اندر بسنے والے سب مسلمانوں کے لئے دفاع کرنا لازم ہو گا، حتیٰ کہ وہ لوگ جن پر عام طور پر جہاد فرض نہیں ہوتا، یعنی فقیر، کم عمر بچہ، غلام، مقروض اور عورت، اب ان پر بھی لازم ہو گا کہ وہ دفاع کریں"۔

(نهاية المحتاج، ج۸ص۵۵۸)

لیکن جب کسی مسلم علاقے پر کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں وہاں کے مسلمان کسی بھی وجہ سے اس فرض کی ادائیگی نہ کر رہے ہیں تو اس بارے میں امام عبد اللہ عزام رحمہ اللہ اپنے فتوے کے صفحہ نمبر ۶۴ میں لکھتے ہیں:

"اگر دشمن کو پچھاڑنے کے لئے یہ سب لوگ ناکافی ہوں، یا یہ لوگ کوتاہی کریں، یا سستی سے کام لیں، یا بلا عذر بیٹھے رہیں تو فرضیت عین دائرے کی شکل میں اگلے علاقوں تک پھیلتی جائے گی، پہلے سب سے قریب والوں کو اپنے لپیٹ میں لے گی، پھر ان سے قریب والوں کو۔ پھر اگر وہ لوگ بھی ناکافی ہو یا کوتاہی کریں تو فرضیت کا یہ دائرہ بتدریج آگے پھیلتا جائے گا یہاں تک کہ پوری زمین کے مسلمانوں کو اپنے لپیٹ میں لے لے گا"۔

پھر امام عبد اللہ عزام رحمہ اللہ اپنے اس موقف کی دلیل میں مختلف اقوال پیش کرتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب دشمن اسلامی سرزمین میں گھس آئے تو بلاشبہ اسے نکال کر باہر کرنا قریبی آبادیوں پر، اور اگر وہ نہ کر سکیں تو اس کے بعد والی قریبی آبادیوں پر "فرض" ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کے تمام علاقوں کی حیثیت دراصل ایک ہی "ملک" کی سی ہے۔ ایسی حالت میں والد اور قرض خواہوں کی اجازت کے بغیر نکلنا فرض ہو جاتا ہے"۔

(الفتاوى الكبرىٰ: ۴/۶۰۸)

امام ابن عابدین شامی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر دشمن کسی بھی اسلامی سرحد پر حملہ آور ہو جائے تو (وہاں بسنے والوں پر) جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان کے قرب وجوار میں بسنے والوں پر بھی جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ البتہ جو لوگ ان سے پیچھے، دشمن سے فاصلے پر بستے ہوں، تو جب تک ان کی ضرورت نہ پڑ جائے، مثلاً: جس علاقے پر حملہ ہوا ہے اس کے قرب وجوار میں رہنے والے لوگ دشمن کے خلاف مزاحمت کرنے میں بے بس ہو جائیں، یا بے بس تو نہ ہوں لیکن اپنی سستی کی وجہ سے جہاد نہ کریں، تو ایسی حالت میں ان کے گرد بسنے والوں پر بھی جہاد، نماز اور روزے کی طرح "فرضِ عین" ہو جاتا ہے اور اسے ترک کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پھر فرضیت کا یہ دائرہ اس کے بعد اور پھر اس کے بعد والوں تک حسب ضرورت پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ اسی تدریج سے بڑھتے ہوئے ایک وقت مشرق ومغرب میں بسنے والے ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے"۔

(حاشية ابن عابدين: ۳/۲۳۸)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پس اگر دشمن مسلمانوں پر حملے کا ارادہ کرے تو اسے دفع کرنا سب پر فرض ہو گا، اُن پر بھی جو حملے کا ہدف ہو اور اُن پر بھی جو حملے کو ہدف نہ ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{ وَإِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِي الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ }

"اور وہ اگر دین کے معاملے میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے"۔
(الانفال:۷۲)

اور جیسا کہ نبی ﷺ نے بھی (کئی احادیث مبارکہ میں) مسلمانوں کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم سب کے لئے ہے، خواہ کوئی باقاعدہ تنخواہ دار فوجی ہو یا عام مسلمان، ہر ایک پر حسب استطاعت جان، مال سے دفاعی جہاد کرنا فرض ہے، چاہے (افراد اور اسلحہ کی) قلت ہو یا کثرت، سواری میسر ہو یا پیدل ہی نکلنا پڑے۔ بالکل اسی طرح جیسے غزوۂ خندق کے موقع پر جب دشمن نے مسلمانوں کا رُخ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں دی"۔ (مجموع الفتاویٰ :۲۸/۳۵۸)

(امام عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ کلام یہاں ختم ہوا)

## دلیل پیش کرنا شرط ہے:

دفاعی جہاد کی شروط فرضیت اور اس کا کن کن لوگوں پر اطلاق سے متعلق سلف وخلف کے علماء کے متفقہ فتاویٰ کا اگر جائزہ لیا جائے (جس کا تھوڑا سا مشاہدہ ہم نے ابھی کیا) تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہیں کہ فقہاء کرام نے کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں ہر مسلمان پر بغیر کسی شرط کے جہاد کو فرض عین قرار دیا۔ یہاں تک کہ جن لوگوں پر عام حالات میں جہاد فرض نہیں ہوتا مثلاً عورتیں، بچے، غلام، معذور سب کو دفاعی جہاد کی صورت میں اس فرض کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہیں رکھا اور اس کے لئے کسی ایسی شرط کو بیان نہیں کیا کہ مسلمان اپنے علاقوں پر کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں پوری امت کے علماء کے جم غفیر کے متفقہ فتوے کا انتظار کریں اور جب تک یہ کام نہ ہو، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور اپنی گردنوں کو کافروں کے سامنے پیش کرتے رہیں، اپنی ماؤں بہنوں کی عزت کو نیلام ہوتا دیکھتے رہیں۔ واللہ جو بھی ایسی شرط بیان کرتا ہے تو وہ دلیل پیش کرے ورنہ اس سے بڑھ کر کوئی بھی مسلمانوں کا بدخواہ اور کافروں کا ہمدرد ثابت نہیں ہوگا۔

## امام کی عدم موجودگی میں جہاد کا موقوف نہ ہونا:

سلف صالحین کے نزدیک دفاعی جہاد کی صورت میں امیر کی طرف رجوع کرنے کا حکم تو دیا گیا ہے جبکہ اس کا اذن حاصل کرنے کا موقع ہو اور انتظار کی صورت میں کوئی کسی بڑے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ لیکن اگر امیر یا امام موجود نہ ہو تو بھی یہ جہاد کسی صورت ساقط نہیں ہو سکتا اور مسلمانوں کے علاقوں کا دفاع ہر ایک پر لازم ہو جاتا ہے۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ کا ایک قول جس کو امام عبد اللہ عزام نے اپنے فتوے میں نقل کیا ہے، امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فان عدم الامام لم يؤخر الجهاد لأن مصلحته تفوت بتأخيره''

''پس امام کی عدم موجودگی کی وجہ سے جہاد مؤخر نہ ہو گا، کیونکہ تاخیر کرنے سے جہاد کی مصلحت فوت ہو جائے گی''۔

(المغنی :۸/۲۵۳)

سوچنے کی بات ہے کہ جب امام کی عدم موجودگی، کفار کے خلاف علم جہاد بلند کرنے میں تاخیر کا باعث نہیں بن سکتی تو پھر امت کے علماء کے جم غفیر کے متفقہ فتوے تک جہاد کو موقوف رکھنے کی باتیں کرنا چہ معنی دارد؟

## علمائے حق اس امت کے سر کا تاج ہیں:

اس ضمن میں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ فریضۂ جہاد کی کسی بھی صورت میں علماء کی رہنمائی اور ان کی قیادت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ علماء ہی تو ہیں جنہوں نے علم دین کی روشنی میں وہ اسباب بیان کئے ہیں جن کی بناء پر جہاد فرض عین یا فرض کفایہ قرار پاتا ہے۔ یہ علماء ہی جنہوں نے جہاد کے مختلف امور سے متعلق قرآن و سنت کی روشنی میں احکامات بیان کئے ہیں۔ یہ علماء ہی نے بتایا ہے کہ جب کوئی امیر موجود نہ ہو تب بھی جہاد کو موقوف نہیں کیا جا سکتا جبکہ وہ دفاعی ہو۔

چناچہ یہ علماء ہی اس امت کے سر کا تاج ہیں جنہوں نے ہر دور میں مسلمانوں پر مصیبت کی ہر گھڑی میں آگے بڑھ کر قیادت سنبھالی اور مسلمانوں کی کشتی کو بڑے بڑے طوفانوں اور منجھداروں میں سے کامیابی کے ساتھ نکالا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کا مختلف علاقوں سے نام ونشان ہی مٹادیا جاتا، ان علماء نے امت کی رہنمائی کرتے ہوئے مسلمانوں کو فریضہ جہاد کی طرف ابھارا، اس کی فرضیت اور اس کے لزوم سے متعلق مسلمانوں کو اس موقع پر آگاہ کیا اور اس میں پیش آنے والے مسائل سے متعلق امت کی صحیح رہنمائی کی۔ خیر القرون سے لے کر آج عراق سے لے کر افغانستان بشمول پاکستان، مشرق بعید کے ساحلی علاقوں سے لے کر مشرق وسطیٰ میں یمن کے صحراؤں تک، صومالیہ کے ریگزاروں سے لے کر مالی کے پہاڑوں تک غرضیکہ امت کے مختلف محاذوں پر یہ علماء ہی ہیں جن کی سرکردگی میں جہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق جاری وساری ہے کہ((الجهاد ماض الى يوم القيامة)) ''جہاد قیامت تک جاری وساری رہے گا''۔

لیکن یہاں ہماری مراد وہ علماء نہیں جو کہ ہوا کے دوش پر اڑنے والے ہوں، جو اس اصول پر کاربند ہوں کہ چلو ادھر کو ہوا ہو جدھر کی، وہ علماء نہیں جو کہ حکمرانوں کے دروازوں پر چکر لگانے والے ہوں اور اس کی خوشنودی کے لئے ان کی مرضی کے موافق فتاویٰ جاری کرنے والے ہوں اور اپنی مسندوں کی خاطر کفار کا یا ان کے ایجنٹوں کا تسلط قبول کرنے والے ہوں۔ تو کیا ایسے علماء کے جم غفیر کے متفقہ فتوے کا انتظار کیا جائے؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسے علماء کو کوئی حق ہی حاصل نہیں کہ وہ سیاسۃ الشریعہ اور جہاد کے معاملات پر کوئی فتویٰ جاری کریں۔

امام حسن بن سفیان رحمہ اللہ نے اپنی ''مسند'' میں، امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتابِ تاریخ میں، نیز امام ابو نعیم رحمہ اللہ، امام عقیلی رحمہ اللہ اور امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

((العلماء امناء الرسل علی عباداللّٰہ مالم یخالطوالسلطان ویداخلوا الدنیا، فاذا خالطوا السلطان وداخلواالدنیا فقد خانوا الرسل فاحذروھم ، واعتزلوھم(وفی روایۃ)واجتنبوھم))

"علماء اللہ کے بندوں کے درمیان رسولوں کے (ورثے کے) امین ہوتے ہیں، جب تک وہ حاکم کے ساتھ نہ گھلیں ملیں اور دنیا میں نہ گھس پڑیں۔ پس اگر وہ حاکم کے ساتھ شیر و شکر ہو گئے تو بلا شبہ انہوں نے رسولوں سے خیانت کی۔تو (جو علماء ایسا کریں) تم ان سے خبر دار رہنا اور ان سے علیحدہ ہو جانا (اور ایک روایت میں ہے) ان سے دور رہنا"۔

امام عسکری رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((الفقھا امناء الرسل، مالم یدخلوا فی الدنیا ویتبعوا السلطان ، فاذا فعلوا ذلك فاحذروھم))

"فقہاء رسولوں کے ( ورثے کے ) مین ہیں جب تک کہ وہ (دنیا کی آلائشوں) میں نہ گھسیں اور حاکم کے پیچھے پیچھے نہ چلیں۔ پس جب وہ ایسا کرنے لگیں تو ان سے بچو"۔

شیخ ابو محمد عاصم المقدسی فک اللہ اسرہٗ فرماتے ہیں:

"ایک موحد بندے کو یہ بات جاننی چاہیے کہ وہ گمراہ علماء جو حکومتوں کا دفاع کرتے رہتے ہیں اور ان کے مال کا دودھ پیتے ہیں، ان کا کیا مقام ہے........؟ حق کی بات ان لوگوں کے بارے میں یہ ہے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے پاس جا کر علم حاصل نہ کیا جائے اور ان سے بالکل فتویٰ طلب نہ کیا جائے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ "علم ہی دین ہے پس آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ دین کس سے لے رہا ہے"۔ پس لوگوں پر واجب ہے کہ وہ انہیں چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ مداہنت اور بادشاہوں اور سلاطین کی بے جا حمایت ترک

کر دیں اور ان کے لئے جھگڑا کرنا چھوڑ دیں چناچہ ان تنخواہ داروں کے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں:

☆ یا تو وہ حق کی بات کہیں اور طاغوتوں کی برائیوں اور خامیوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کریں اور یہی اعلیٰ وارفع بات ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ طریقہ اور یہ رستہ تکلیفوں اور اذیتوں سے بھرا ہوا ہے لیکن اس کے آخر میں فوز وفلاح ہے، جنت عدن ہے اوران کے اس عمل میں امت کے لئے نصیحت ہے اور حق کا اظہار ہے۔

☆ لیکن اگر وہ اس اعلیٰ مرتبہ کو حاصل کرنے میں کمزوری کا اظہار کریں تو کم از کم انہیں چاہیے کہ وہ حکومتوں سے علیحدہ ہو جائیں اور تدلیس وتلبیس (غلط اور شیطانی تاویلات) اور گمراہی کے ذریعے ان کی مدد سے باز آجائیں اور حکمرانوں کے قبیح اعمال کو "شریعت کا جبہ" پہنانے کی کوشش نہ کریں۔

لیکن اگر یہ اپنی پہلی روش پر ہی گامزن رہیں تو ان سے الگ رہنا اور ان کے ساتھ تعامل نہ کرنا اور ان سے کسی قسم کا فتویٰ طلب نہ کرنا، واجب ہے۔ خصوصی طور پر ایسے لوگوں سے "السیاسۃ الشرعیۃ" اور "جہاد فی سبیل اللہ" کے مسائل میں بالکل بھی فتویٰ طلب نہیں کرنا چاہیے ۔ یہ کوئی ہماری اختراع نہیں بلکہ سلف و صالحین کا وطیرہ بھی یہی تھا۔ کتنے ہی اقوال ہمیں ملتے ہیں ان کے جو انہوں نے ایسے علماء کے بارے میں کہے جو بادشاہوں سے تحفے تحائف وصول کرتے تھے یا ان کے پاس آتے جاتے تھے، اور کتنا ہی زیادہ کلام اور جرح وتعدیل کی اُس شخص کے بارے میں جو بادشاہ کے پاس جاتا یا اُن کی "ولایت" کا دم بھرتا تھا۔ لیکن سوچئے کون سے بادشاہ و سلاطین؟ حالانکہ ان سلاطین کے جو محض "ظلم" کے مرتکب تھے تو غور کیجئے کہ "سلاطین کفروشرک والحاد" کا کیا حکم ہوگا؟ چناچہ ایسے علماء کی اکثریت جو حکومت کے چرنوں میں بیٹھی ہے، یہ بات کسی طرح معقول نہیں کہ ان سے فتویٰ مانگا جائے یا سوال کیا جائے سیاستِ شرعیہ، یا فوج وپولیس میں

بھرتی ہونے سے متعلق یا ان کی اسمبلیوں ،پارلیمنٹوں میں جانے سے متعلق؟ان کے متعلق اب ایک مسلمان کی کم از کم یہ ذمہ داری ہے کہ اس قسم کے فتوے ان سے طلب کرنے کے معاملے میں بچنا چاہیے۔ جبکہ ان کا حکم یہی ہے کہ جو ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ ان سے دور رہا جائے بلکہ ان کے (علمی) حلقوں سے بھی علیحدگی اختیار کی جائے تاکہ وہ کم از کم حکومتوں سے دور رہیں"۔

(بحوالہ الکواشف الجلیہ :للشیخ ابو محمد المقدسی)

## کیا کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں جہاد شروع کرنے کے لئے علمائے امت کے متفقہ فتوے کا انتظار کیا جائے گا؟

اس ضمن میں مزید ہم مزید اس بات کو کھولیں گے جب امام کی عدم موجودگی کی بناء پر جہاد کو موقوف نہیں کیا جاسکتا تو پھر کیا علمائے امت کے جم غفیر کے متفقہ فتوے کا انتظار کیا جاسکتا ہے؟ چناچہ اس ضمن میں ہم جتنا اس حوالے سے سلف وخلف کے فتاویٰ کا مطالعہ کریں گے تو یہ بات کھل کر عیاں ہو جائے گی کہ شرعی لحاظ سے کبھی سلف صالحین نے علماء کے جم غفیر والی کوئی شرط بیان ہی نہیں کی۔ چناچہ امام عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ اس مسئلہ کو اپنے فتوے میں یوں بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا اسۡتُنۡفِرۡتُمۡ فَانۡفِرُوۡا))

"جب تم سے جہاد میں نکلنے کے لئے کہا جائے تو نکل جاؤ"۔

(صحیح بخاری: کتاب الجہاد والسیر: وجوب النفیر وما یجب من الجہاد والنیۃ)

لہٰذا امت سے جب بھی نفیر عام (یعنی سب کے نکلنے) مطالبہ ہو تو سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ جہاد کے لئے نکلیں ،اور بلاشبہ کفار کے حملے کی صورت میں شریعت مسلمانوں سے یہی مطالبہ کرتی ہے۔ نفیر عام (سب کا نکلنا) دو صورتوں میں فرض ہو جاتا ہے:

(۱)جب امام جہاد کے لئے پکارے یا

(۲)جب مسلمانوں کو مدد کی ضرورت پڑ جائے(خواہ کوئی پکارے یا نہ پکارے)

جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں امام قرطبی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''کل من علم بضعف المسلمین عن عدوهم وعلم أنه يدركهم ويمكنه غياثهم لزمه أيضا الخروج اليهم''۔

''ہر وہ شخص جس کے علم میں یہ بات آجائے کہ مسلمان اپنے دشمن کے مقابلے میں کمزور ہیں اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ اُس کے لئے ان تک پہنچنا اور ان کی مدد کرنا ممکن ہے، تو اس پر لازم ہو گا کہ وہ ان کا ساتھ دینے کے لئے (چاہے کوئی اسے پکارے یا نہ پکارے) نکل پڑے''۔

(فتح الباری:۶/۳۰)

پھر اس مسئلے کی وضاحت میں اپنے فتوے میں مزید یوں کلام کرتے ہیں:

''ہم جب یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ جہاد جب فرض عین ہو جائے تو اس کی ادائیگی کے لئے کسی سے اجازت نہیں مانگی جاتی ۔ جس طرح نمازِ فجر ادا کرنے کے لئے نہ والدین سے اجازت طلب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، نہ اپنے شیخ سے نہ ہی(قبیلے، جماعت یا ملک کے)سربراہ سے، اسی طرح جہاد پر جانے کے لئے بھی کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں۔''

پھر اس مسئلے کے بارے میں امام ابن العربی رحمہ اللہ کا کلام نقل کرتے ہیں:

''وَقَدْ تَكُونُ حَالَةٌ يَجِبُ فِيهَا نَفِيرُ الْكُلِّ إِذَا تَعَيَّنَ الْجِهَادُ عَلَى الْأَعْيَانِ بِغَلَبَةِ الْعَدُوِّ عَلَى قُطْرٍ مِنْ الْأَقْطَارِ، أَوْ بِحُلُولِهِ بِالْعُقْرِ؛ فَيَجِبُ عَلَى كَافَّةِ الْخَلْقِ الْجِهَادُ وَالْخُرُوجُ إِلَيْهِ؛ فَإِنْ قَصَّرُوا عَصَوْا.......إِذَا كَانَ النَّفِيرُ عَامًّا لِغَلَبَةِ الْعَدُوِّ عَلَى الْحَوْزَةِ، أَوْ اسْتِيلَائِهِ عَلَى الْأُسَارَى كَانَ النَّفِيرُ عَامًّا، وَوَجَبَ الْخُرُوجُ خِفَافًا

وَثِقَالًا، وَرُكْبَانًا وَرِجَالًا، عَبِيدًا وَأَحْرَارًا، مَنْ كَانَ لَهُ أَبٌ مِنْ غَيْرِ إِذْنِهِ، وَمَنْ لَا أَبَ لَهُ، حَتَّى يَظْهَرَ دِينُ اللَّهِ، وَتُحْمَى الْبَيْضَةُ، وَتُحْفَظَ الْحَوْزَةُ، وَيُخْزَى الْعَدُوُّ، وَيُسْتَنْقَذَ الْأَسْرَى. وَلَا خِلَافَ فِي هَذَا........فَكَيْفَ يَصْنَعُ الْوَاحِدُ إِذَا قَصَّرَ الْجَمِيعُ؟........أَنْ يَعْمِدَ مَنْ رَأَى تَقْصِيرَ الْخَلْقِ إِلَى أَسِيرٍ وَاحِدٍ فَيَفْدِيهِ........وَيَغْزُو بِنَفْسِهِ إِنْ قَدَرَ، وَإِلَّا جَهَّزَ غَازِيًا''

''ایسے حالات بھی پیدا ہوسکتے ہیں جب ''نفیرِ عام''(یعنی ہر ایک کا نکلنا)فرض ہو جائے۔ لہٰذا دشمن جب مسلمانوں کی کسی سرزمین پر حملہ آور ہوں یا ان کے کسی علاقے کو گھیر لے تو جہاد ''تعین'' کے ساتھ ہر ایک پر فرض ہو جاتا ہے اور تمام لوگوں کے لئے جہاد کرنا اور اس کی خاطر گھروں سے نکلنا لازم ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اگر وہ ادائیگیٔ فرض میں کوتاہی کریں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ پس اگر نفیرِ عام کا حکم اس وجہ سے ہو کہ دشمن ہمارے کسی علاقے پر قبضہ کرلے یا مسلمانوں کو پکڑ کر قیدی بنالے تو سب پر جہاد فرض ہو جاتا ہے کہ وہ جہاد کے لئے نکلیں، اور ہر حال میں نکلیں، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، سوار ہوں یا پیدل، غلام ہو یا آزاد........ جس کے والد زندہ ہوں وہ ان کی اجازت کے بغیر نکلے اور جس کے والد فوت ہو چکے وہ بھی نکلے (اور جہاد کرتا رہے) یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب آجائے، مسلمانوں کی سرزمین سے دشمن کا شر دور ہو جائے، اسلامی سرحدیں محفوظ ہو جائیں، دشمن رسوا ہو جائے، سارے مسلمان قیدی آزاد ہو جائیں........اور اس بارے میں ان علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ لیکن (سوال یہ ہے کہ) اگر سب لوگ ہی جہاد چھوڑ کر بیٹھے رہیں تو اکیلا بندہ کیا کرے؟ اسے چاہیے کہ وہ کوئی قیدی تلاش کرے اور پیسے دے کر آزاد کرائے (اور اس سے یہ کام کروائے)، اور اگر قدرت رکھتا ہو تو اکیلا ہی قتال کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو کسی مجاہد کو تیار کرے اور اسے سامان فراہم کرے''۔

(احکام القرآن لابن العربی ج۴ ص۳۱۴)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کفار کے ساتھ جنگ ہر حال میں کی جائے گی........یہاں تک کہ آدمی، بشرطیکہ قدرت رکھتا ہو، اکیلا بھی جہاد کرے گا''

(المحلی، ج۱۰ص۹۹)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَأَمَّا قِتَالُ الدَّفْعِ فَهُوَ أَشَدُّ أَنْوَاعِ دَفْعِ الصَّائِلِ عَنْ الْحُرْمَةِ وَالدِّينِ فَوَاجِبٌ إجْمَاعًا فَالْعَدُوُّ الصَّائِلُ الَّذِى يُفْسِدُ الدِّينَ وَالدُّنْيَا لَا شَىْءَ أَوْجَبَ بَعْدَ الْإِيمَانِ مِنْ دَفْعِهِ فَلَا يُشْتَرَطُ لَهُ شَرْطٌ بَلْ يُدْفَعُ بِحَسَبِ الْإِمْكَانِ۔ وَقَدْ نَصَّ عَلَى ذَلِكَ الْعُلَمَاءُ أَصْحَابُنَا وَغَيْرُهُمْ''۔ (الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیة، ج۸ص۳۹۹)

''اور جہاں تک دفاعی قتال کی بات ہے تو دین اور حرمتوں پر حملہ آور دشمن کے خلاف اپنے دفاع کی سب سے مؤثر صورت یہی ہے اور اسی لئے یہ بالاجماع واجب ہے۔ ایمان لانے کے بعد اس سے بڑا فرض کوئی نہیں کہ دین و دنیا کو برباد کرنے کے درپے حملہ آور دشمن کو بچھاڑا جائے۔ اس قتال (کی فرضیت) کے لئے کوئی شرط نہیں، بلکہ ہر ایک (پر لازم ہے کہ وہ) حسب استطاعت دشمن کو پچھاڑنے میں اپنا حصہ ڈالے۔ ہمارے اصحاب اور دیگر علمائے کرام نے یہ مسئلہ بالکل صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے''۔

(امام عبد اللہ عزام کا کلام یہاں ختم ہوا)

چنانچہ اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''موطا امام مالک'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یہ ضروری نہیں کہ کوئی خاص شخص مسلمانوں کو یہ کہہ کر پکارے کہ آؤ جہاد کرو۔ مقصود یہ ہے کہ ایسی حالت پیدا ہو جائے جو ''نفیر'' کا تقاضہ کر رہی ہو۔ پس جب کافروں نے بلادِ اسلامیہ (پر حملے کا) قصد کیا اور مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی شروع ہو گئی تو جہاد ''فرض

"ہو گیا، اور جب دشمنوں کی طاقت ان ممالک کے مسلمانوں سے زیادہ قوی ہوئی اور مسلمانوں کی شکست کا خوف ہوا، تو یکے بعد دیگرے تمام مسلمانانِ عالم پر جہاد فرض ہو گیا، خواہ کوئی پکارے یا نہ پکارے۔ یہی حال تمام فرائض کا ہے۔ نماز کا جب وقت آجائے تو خواہ مؤذن کی صدائے حی علی الصلوٰۃ سنائی دے یا نہ دے، وقت کا آنا وجوب کے لئے کافی ہوتا ہے"۔

استاذ المجاہدین استاد محمد یاسر فک اللہ اسرہٗ، سابق مسئول شعبۂ ثقافت، امارت اسلامیہ افغانستان فرماتے ہیں:

حطین: کیا امیر المؤمنین ملا عمر حفظہ اللہ نے تمام مسلمانوں سے نفیر (یعنی جہاد کے لئے نکلنے) کا مطالبہ کیا ہے؟

استاد یاسر: سبحان اللہ! آپ نے مجھ سے عجیب سوال کیا ہے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو ہمیں جہاد کے لئے بلاتے ہیں (نفیر کرتے ہیں)۔ جیسا کہ فرمایا:

{اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالاً........} (التوبۃ:۴۱)

"نکلو! خواہ ہلکے ہو یا بوجھل..."۔

یہ امیر المؤمنین نے تو نہیں کہا کہ "اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالاً"۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نفیر ہے، امیر المؤمنین کی نفیر تو نہیں ہے۔ اگر مشرق و مغرب میں ایک مسلمان عورت بھی کفار کی قید میں چلی جائے تو امیر المؤمنین بلائیں یا نہ بلائیں، جہاد امت مسلمہ پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ پس نفیر کے انتظار میں بیٹھنے والے آج کس بات کے منتظر ہیں!"

یہی وجہ ہے کہ علماء کے جم غفیر کا جہاں تک سوال ہے، تو تاریخ اسلامی گواہ ہے کہ جب کبھی کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو مسلمانوں نے اس بات کا کبھی انتظار نہیں کیا کہ پوری امت کے علماء کا "جم غفیر" اس جگہ جہاد کے شروع کرنے کے حق میں کوئی متفقہ فتویٰ جاری کرے تو پھر وہ جہاد شروع

کریں، بلکہ ہمیشہ یہی ہوتا چلا آیا کہ ایسے کسی بھی موقع پر بس کسی ایک ہی راسخون فی العلم عالم کا فتویٰ ہی اخلاقی طور پر اس جگہ جہاد شروع کرنے کے لئے کافی ثابت ہو جاتا تھا۔

## ایک غور طلب بات:

یہاں یہ بات بھی بڑی غور طلب ہے کہ تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار میں ظالم وجابر مسلمان امراء وسلاطین کے خلاف مسلح خروج کرنے کے معاملے میں کبھی یہ بحث سامنے نہیں آئی کہ علماء کے جم غفیر نے اس کے بارے میں فتویٰ دیا ہے یا نہیں؟ بلکہ سلف صالحین کے ہاں ایسی مثالیں عام مل جاتی ہیں کہ انہوں نے اپنے وقت کے دیگر علماء کے اختلاف کے باوجود ظالم و جابر مسلم حاکم کے خلاف مسلح خروج کیا۔ نواسہ ٔرسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ، نواسہ ٔصدیق اکبر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، مشہور تابعی ابراہیم الاشعث اور نفس زکیہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے) جیسے اصحاب کا ظالم وجابر حاکم کے خلاف خروج کرنا اس حوالے سے بہترین مثالیں ہیں۔

کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے اس وقت کے کبار علماء کے اختلاف کے باوجود یزید کے خلاف مسلح خروج نہیں کیا تھا؟ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تھوڑے عرصے بعد کیا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما و دیگر کے اختلاف کے باوجود حجاج بن یوسف کے خلاف مسلح خروج نہیں کیا تھا؟ کیا ابراہیم الاشعث اور نفس زکیہ نے بھی اس وقت کے علماء کے اختلاف کے باوجود ظالم وجابر حکمران کے خلاف خروج نہیں کیا تھا؟ کیا ان سب نے مسلح خروج کے لئے علمائے امت کے جم غفیر کے متفقہ فتوے کا التزام کیا تھا؟

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ظالم وجابر مسلم حکمران کے خلاف خروج سے اختلاف کرنے والے علماء نے کبھی اس بات پر اختلاف نہیں کیا کہ اس مسلح خروج کو علمائے امت کے جم غفیر کی

حمایت و نصرت حاصل نہیں بلکہ اختلاف اس بنیاد پر کیا گیا کہ وہ یا تو ظالم وجابر مسلم حکمران کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے یا پھر وہ اس کو معتد بہ طاقت کے حصول سے مشروط کرتے تھے۔

اور جہاں تک معاملہ رہا حاکم وقت کے کافر ہو جانے یا اس کی جانب سے کسی کفرِ بواح کے ظہور ہونے کا، تو اس بارے میں فقہائے سلف صالحین نے متفقہ طور پر مستقل اصول یہ بیان کر دیا ہے کہ ایسے حاکم کے خلاف خروج واجب ہو جاتا ہے اور جو خروج نہ کرے وہ گناہ گار ٹھہرتا ہے اور جو کوئی اس حاکم کے خلاف خروج کی طاقت نہ رکھتا ہو تو فقہاء نے اس جگہ سے ہجرت کر جانے کا حکم بیان کیا ہے (جس کی مختصر تفصیل آگے آئے گی)۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف حاکم وقت کے کافر ہو جانے یا اس کی جانب سے کفرِ بواح کے ظہور کے بعد مسلح خروج کے لئے کہیں اس شرط کو بیان نہیں کیا گیا کہ علماء کا جم غفیر جب تک متفقہ فتویٰ جاری نہ کر دے اس وقت تک مسلح جہاد کسی صورت جائز نہیں۔ تو ذرا تصور کیجئے کہ کیا کفار کے کے حملہ آور ہونے اور ان کی جانب سے مسلمانوں کا قتل عام کرنے، مال و املاک کو برباد کرنے، مسلمان ماؤں بہنوں کی عزتوں سے کھیلنے کے باوجود فقہاء سلف نے یہ شرط لگائی ہو گی کہ جب تک علماء امت کا جم غفیر متفقہ فتویٰ جاری نہ کر دے، حملہ آور کفار کے خلاف مسلح جہاد دراصل جہاد نہیں بلکہ ہیجان انگیزی کا مظہر، فتنہ و فساد اور بلوے کا مؤجب اور مسلمانوں کو بند گلی میں لے جانے اور ان کی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہے (جیسا کہ حامد کمال صاحب یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں)۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

بس جب فقہاء نے اپنی کتب فقہ کے ''کتاب الجہاد'' میں سب کچھ درج کیا ہے کہ جہاد واجب ہونے کی شروط کیا ہیں، یہ کس کس پر واجب ہوتا ہے، کب فرض کفایہ ہوتا ہے اور کب فرض عین ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، مگر شروطِ جہاد کے اندر کہیں پر بھی ''علماء کا جم غفیر کے متفقہ فتوے'' جیسی اصطلاح کا کہیں ذکر نہیں۔ چناچہ صحیح حدیث میں آتا ہے:

((ما بال رجال یشترطون شروطاً لیست فی کتاب اللہ، من اشترط شرطاً فی کتاب اللہ فھو باطل))

”کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی ایسی شرطیں لازم ٹھہراتے ہیں جو کتاب اللہ میں کہیں نہیں۔ جس نے بھی کوئی ایسی شرط لازم ٹھہرائی جو کتاب اللہ میں کہیں نہیں، تو اُس کی وہ شرط باطل ہے“۔

(صحیح البخاری، ج۷ص۳۸٦رقم الحدیث:٤٣٦)

## ایک تلخ حقیقت:

جہاں تک ایسے موقع پر علماء کے ”جم غفیر“ کا تعلق ہے تو یہ۔حقیقت بہت ہی تلخ رہی ہے کہ خیر القرون کے بعد جیسے جیسے مسلمانوں کا انحطاط بڑھتا گیا تو ہر ایسے کسی موقع پر تو علماء کا جم غفیر ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہی رہا یا اس سے بڑھ کر اس نے ہر نئے آنے والے حاکم کی حکمرانی کے جواز میں فتوے جاری کئے۔ زیادہ تفصیل مین جانے کی ضرورت نہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دور میں خلق قرآن کا مسئلہ ہو یا پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دور میں تاتاریوں کی جانب سے مسلمانوں کو تخت و تاراج کرنے کا معاملہ، صلاح الدین ایوبی کے دور میں صلیبی جنگوں کا سلسلہ ہو یا پھر اکبر بادشاہ کی طرف سے دین الٰہی کے اجراء کا معاملہ، سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کی تحریک شہدین ہو یا مولانا محمود الحسن کی تحریک ریشمی رومال کا معاملہ، کیا علمائے امت کے جم غفیر کے متفقہ فتوے کا کوئی وجود بھی ان مواقع پر پایا جاتا ہے بلکہ اس موقع پر تو بعض دفعہ علماء کا ”جم غفیر“ تو ان اولوالعزم شخصیات کے مقابلے پر صف آراء ہی نظر آیا۔ سب سے بڑھ کر بات یہ کہ علماء کے جم غفیر کا کسی مسئلہ پر متفق نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، جبکہ اس مسئلہ کے بارے میں قرآن وحدیث کے واضح ارشادات، خیر القرون اور سلف صالحین کی بیان کردہ تصریحات میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ پایا جاتا ہو۔

## توقف یا فوقیت دینے کا فیصلہ کون کرے گا؟

اس ضمن میں ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ اگر کئی مسلم علاقوں پر کفار ایک ساتھ حملہ آور ہو جائیں تو ہم نے یہ بات عرض کی تھی کہ کسی خاص علاقے میں مخصوص وقت تک جہاد شروع کرنے کو موئخر کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ڈاکٹر عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ اور شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ نے ایک وقت فلسطین کے جہاد کو موقوف کرنے اور افغانستان کے جہاد کو فوقیت دینے کی بات درخواست کی تھی۔

لیکن اس مسئلہ میں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ یہ کوئی مستقل اصول نہیں کہ جب بھی کسی ایک جگہ علماء کے متفقہ فیصلے کی بنیاد پر حملہ آور کفار سے جہاد ہو رہا ہو اور اس دوران کسی دوسری جگہ کفار حملہ آور ہو جائیں تو اس جگہ جہاد کو موقوف کر دیا جائے یا پھر اس کے لئے بھی علمائے امت کے جم غفیر کے فتوے کا انتظار کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ فقہائے سلف نے ایسے کسی شرط کو بیان ہی نہیں کیا۔

دوسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ فوقیت اور موقوف کرنے کا اختیار ان قائدین جہاد اور ان کے بعد علمائے جہاد کا ہے جو کہ اوّلاً محاذ پر موجود ہوں یا اس کی قیادت کر رہے ہوں یا کم از کم اس سے کوئی عملی وابستگی ہو، لیکن پھر بھی اصل اختیار امام کی عدم موجودگی میں قائدین جہاد کا ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ کدھر جہاد کو فوقیت دینی ہے اور کدھر موقوف کرنا ہے۔ باقی سب کی رائے اور فتاویٰ کو ایک مشورے کی حیثیت حاصل ہے جس کو قائدین جہاد چاہیں تو قبول کریں یا پھر اس کو رد کر دیں۔ جیسا کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کو جب امریکہ اپنے حوالے کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا تو اس وقت افغانستان کے ۱۰۰ سے زائد علماء نے ایک مشترکہ فتویٰ دیا تھا کہ شیخ اسامہ رحمہ اللہ کو چاہیے کہ وہ افغانستان سے کسی اور علاقے میں چلے جائیں، لیکن چونکہ شرعی لحاظ سے یہ فتویٰ ایک حکمت عملی کے معاملے مشورے کی حیثیت رکھتا تھا، لہٰذا ملا عمر حفظہ اللہ نے اس مشورے کو قبول نہ کیا اور شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کو اپنے پناہ میں رکھنے کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں امریکہ بالآخر افغانستان پر حملہ آور ہوا اور نتیجتاً ملا عمر حفظہ اللہ کو زمینی اقتدار سے محروم ہونا پڑا۔ مگر حقیقتاً یوں رسول اللہ ﷺ کی صلح حدیبیہ کے موقع کی وہ

سنت زندہ ہوئی کہ جب آپ ﷺ نے ایک شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی خاطر اپنی پوری جماعت سے خون کے آخر قطرے تک دشمن (قریش مکہ) کے خلاف لڑنے کا اعلان کیا جس کو "بیعت علی الموت" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

توبس ثابت ہو کہ اس معاملے میں اصل اختیار قائدین جہاد کو حاصل ہے، نہ کہ ان لوگوں کو جن کا شمار نہ ہی قائدین جہاد میں ہوتا ہو اور نہ ہی ان علمائے جہاد میں سے، لیکن پھر بھی وہ عالیشان بنگلوں کے ائیر کنڈیشن ڈرائنگ رومز میں بیٹھ کر یا صرف ریسرچ اکیڈمیز اور تحقیقی اداروں کے بڑے بڑے سینٹرلی ائیر کنڈیشن ہالز میں کھڑے ہو کر کسی جگہ کے بارے میں فوقیت یا توقف کرنے کا فتویٰ جاری کریں اور پھر اگر کوئی ان کے فتوے کو کسی خاطر میں نہ لائے، چاہے وہ قائدین جہاد میں سے ہو یا پھر علمائے جہاد میں سے، تو وہ ان کی نظر میں فہم دین سے عاری اور جہاد فی سبیل اللہ کی غرض وغایت سے لاعلم، جذباتی، ہیجان انگیز، کم فہم، فتنہ پرور، ہنگامہ کرنے والے، بلوہ مچانے والے اور مجاہد کے بجائے فسادی قرار پاتے ہیں۔ بس اللہ کی مار ہو ایسے فتوے دینے والوں پر!

تیسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ کسی بھی جگہ اگر کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں امام یا اس کی عدم موجودگی میں قائدین جہاد اس جگہ توقف کے قائل ہوں لیکن پھر بھی اس علاقے کے لوگ اپنے دفاع پر مجبور ہو جاتے ہیں اور جہاد شروع کر دیتے ہیں تو بھی ان پر شرعی لحاظ سے نہ کوئی الزام ہے اور نہ ہی گناہ گار ہوں گے۔

## امام سے اذن لئے بغیر جہاد کن صورتوں میں کیا جاسکتا ہے؟

فقہائے کرام نے اپنے کتب فقہ میں باقاعدہ یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر امام موجود ہو مگر فاصلے پر ہو یا پھر وہ بے دین ہو جس کی بناء پر وہ اپنی اھواء اور خواہشات و مفادات کی بناء پر دیر کرے یا پھر اجازت لینے کی صورت میں کسی اعلیٰ موقعے کا ضائع ہونے یا اس سے بڑھ کر رصورتحال امام کے احکامات کے انتظار کی متحمل نہ ہو اور مسلمانوں کے کسی بڑے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر امام سے بھی اذن لینے کا فقہاء

کرام نے پابند نہیں کیا۔ بس مسلمانوں کا کوئی چھوٹا سے چھوٹا گروہ بھی ایسے موقع پر اٹھے اور بلا تاخیر ضروری کارروائی کر ڈالے۔ چناچہ فقہاء کرام اِس ضمن میں دور نبوی میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے دلیل لیتے ہیں۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إِلَّا أَنْ يَتَعَذَّرَ اسْتِئْذَانُهُ لِمُفَاجَأَةِ عَدُوِّهِمْ لَهُمْ، فَلَا يَجِبُ اسْتِئْذَانُهُ، لِأَنَّ الْمَصْلَحَةَ تَتَعَيَّنُ فِي قِتَالِهِمْ وَالْخُرُوجِ إِلَيْهِ، لِتَعَيُّنِ الْفَسَادِ فِي تَرْكِهِمْ، وَلِذَلِكَ لَمَّا أَغَارَ الْكُفَّارُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَادَفَهُمْ سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ خَارِجًا مِنْ الْمَدِينَةِ، تَبِعَهُمْ، فَقَاتَلَهُمْ، مِنْ غَيْرِ إِذْنٍ، فَمَدَحَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَيْرُ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ وَأَعْطَاهُ سَهْمَ فَارِسٍ وَرَاجِلٍ. عَلَى لِقَاحِ النَّبِيِّ''

''جب امیر سے رجوع کیا جانا کسی وقت ممکن نہ ہو کیونکہ دشمن نے اچانک حملہ کر دیا ہو۔ تب ایسی حالت میں البتہ اس کی اجازت لازم نہ رہے گی۔ اس صورت میں دشمن سے بھڑ جانا اور اس کے خلاف نکل کھڑے ہونا ہی ''مصلحت'' ہو گا اور اس کو چھوڑے رکھنا فساد کا موٗجب ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ کفار نے ایک بار جب رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں پر آناً فاناً کارروائی کی تو سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اکیلے ہی ان کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور کسی اذن کے بغیر ان سے لڑائی کرتے رہے (تا آنکہ سب کے سب اونٹ واگزار کرا لئے) بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو سراہتے ہوئے فرمایا خیر رجالتنا سلمۃ بن الاکوع ہماری پیادہ سپاہ میں بہترین سلمہ بن الاکوع ہے''۔

(المغنی ،ج۲۰ص۴۴۶)

ہم اس ضمن میں فقہائے مالکیہ کے ایک امام ابو عبد اللہ سیدی العربی الفاسی کا ایک فتویٰ بھی نقل کرتے ہیں جو کہ ان کی کتاب ہے ''النوازل الکبریٰ'' میں درج ہے:

''أما المسألة الثالثة فلايتوقف وجوب الجهاد على وجود الامام وعلى إذنه فى الجملة، ومن المعلوم الواضح أن الجهاد مقصد بالنسبة إلى الامامة التى هى

وسيلة له، لكونه فى الغالب العادة لا يحصل على الكمال إلا بها، فإذا أمكن حصوله دونها لم يبق معنى لتوقفه عليها، فكيف تترك المقاصد الممكنة لفقد الوسائل المعتادة، فلو كان الامام موجودا، طلب استئذانه، محافظة على انتظام الامر واجتماع الكلمة ولزوم الجماعة، وقد يعرض ما يرجح عدم استئذانه كخوف فوات فرصة لبعد الامام ،أو كونه غير عدل يخشى أن يغلبه هواه فى تفويتها، فلو كان غير عدل ومنع من الجهاد لغير نظر لم يمتنع الجهاد إن أمن الضرر من جهته........فلايضيع الجهاد إن ضيعه الولاة، والنصوص المذهبية شاهدة لذلك كله قال إمامنا مالك رضى الله عنه: لله تعالى فروض فى أرضه لايسقطها، وليها إمام أو لم يلها. وقال ابن القاسم فى سماع أبي زيد فى قوم سكنوا قرب العدو فيخرجون إليه بغير إذن الإمام ،فيغيرون عليه: وإن كانوا يطمعون فى الفرصة وخشوا إن طلبوا ذلك من إمامهم منعهم، أو يبعد إذنه لهم حتى يفوتهم ما رجوا، ذلك واسع لهم. وقال ابن وهب فى سماع عبدالملك بن الحسن: وسئل عن قوم يدافعون العدو، هل لأحد أن يبارز بغير إذن الإمام ؟فقال: إن كان الإمام عدلا لم يجز أن يبارز إلا بإذنه، وإن كان غير عدل فليبارز وليقاتل بغير إذنه.''

''تیسرا مسئلہ یہ کہ: جہاد کا واجب ہونا امام کے موجود ہونے پر موقوف بہر حال نہیں ہے اور نہ ہی امام کا اذن کوئی علی الاطلاق شرط ہے۔ جو چیز شریعت کے اندر معلوم اور واضح ہے وہ یہ کہ جہاد غایت ہے بہ نسبت امامت کے جو کہ (اُس غایت کو پورا کرنے کا) ایک وسیلہ ہے۔ اس لئے کہ معمول و غالب حالات میں جہاد کا عمل امامت کے بغیر اپنے پورے کمال کے ساتھ پورا نہیں ہوتا۔ تاہم اگر ایک غایت، اُس وسیلہ (کی عدم دستیابی کی صورت میں) کسی دوسرے وسیلہ سے پوری ہو سکتی ہو تو پھر اُس فریضے کو اُس وسیلہ پر ہی موقوف اور محصور کر دینے کا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا........ پس اگر امام موجود ہو تو ضرور اس کے اِذن سے

ہی جہاد ہو گا، تاکہ معاملہ نظم ونسق کے ساتھ چلے، اور اجتماعِ کلمہ ولزومِ جماعت کی صورت برقرار رہے۔ ہاں (امام کے ہوتے ہوئے بھی) کسی وقت ایسی صورتحال جنم لے سکتی ہے کہ اُس کے اذن کو ضروری نہ ٹھہرانا راجح تر ہو جائے؛ مثلاً امام خاصے فاصلے پر پایا جاتا ہے اور اُس کے اذن کا انتظار کرنے کی صورت میں کوئی نہایت اعلیٰ موقعہ ہاتھ سے چلے جانے کا اندیشہ ہے، یا امام پابند دین نہیں ہے اور خدشہ ہے کہ وہ اپنے اھواء وخواہشات سے مغلوب ہو کر موقعہ برباد کر دینے کا موجب بنے گا۔ چنانچہ اگر امام پابند دین نہیں اور کسی نظرِ شرعی کے بغیر ہی جہاد سے منع کر رہا ہے تو اُس صورت میں جہاد سے ہاتھ نہیں روکا جائے گا بشرطیکہ اُس میں کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو۔ چناچہ اولیاء الامور (صاحب امر) اگر جہاد کو ضائع کریں تو امت اس کو ضائع نہ جانے دے........مذہب سے اِس تمام مبحث پر نصوص شاہد ہیں:

ہمارے امامِ مذہب، مالک رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کے اندر کچھ فرائض رکھے ہیں جن کو وہ ساقط نہیں کرتا (جس میں جہاد بھی شامل ہے)، چاہے امام اُن فرائض کو سنبھالنے والا ہو یا نہ ہو۔

ابن القاسم نے بروایت ابو زید بیان کیا ہے بابت: ایک ایسی جماعت جو دشمن کی سرحد کے قریب رہائش پزیر ہے: یہ لوگ امام کے اِذن کے بغیر دشمن کی طرف نکل پڑتے ہیں اور اس پر چڑھائی کر دیتے ہیں، جبکہ وہ اس بہترین موقعہ کی تاک میں تھے اور ان کو اندیشہ ہے کہ اگر وہ امام سے اس کی طلب کریں تو وہ اجازت نہیں دے گا، یا امام اس قدر دُوری پر ہے کہ اُس کا اذن آنے تک ایسا بہترین موقعہ ضائع چلا جائے گا؟ (امام مالک رحمہ اللہ نے) فرمایا: ان کیلئے اس بات کی گنجائش ہے۔

ابن وہب نے بروایت عبد الملک بن حسن بیان کیا ہے کہ: (امام مالک رحمہ اللہ سے) سوال ہوا ایسی جماعت کی بابت جو دشمن کے خلاف مدافعت کر رہی ہے۔ کیا اُن میں سے کسی کیلئے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ امام کے اِذن کے بغیر مبارزت کر لے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر امام عدل (پابند شریعت) ہے تو آدمی کیلئے جائز نہیں کہ وہ اُس کے بغیر

اِذن، مبارزت کرے۔ ہاں اگر امام غیر عدل (غیر پابند شریعت) ہے تو وہ اس کے اِذن کے بغیر مبارزت کرنے کا مجاز ہے اور قتال کرنے کا بھی"۔

ذرا امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے جو کہ انہوں نے مسلمانوں کے اقدامی جہاد کے موقع پر (جبکہ وہ فرض کفایہ ہوتا ہے) امام سے اجازت لینے کی صورت میں کسی بہترین موقعے کا ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو وہ امام کے اذن کے بغیر ہی اقدام کرنے کی گنجائش کا فتویٰ دیا ہے۔ اسی طرح آج امام عادل تو کیا، امام غیر عادل کا بھی کوئی وجود نہیں، تو اس صورت میں جب مسلمانوں کے کسی علاقے پر کفار حملہ آور ہو جائیں اور اس علاقے کے مسلمانوں کے لئے جسم و جان کا رشتہ ہی قائم رکھنا مشکل ہو جائے اور وہ قائدین جہاد کے توقف کے فیصلے کے بر خلاف جہاد کریں تو نہ ان پر کوئی الزام ہو گا اور نہ ہی وہ گناہ گار اور فسادی قرار پائیں گے!

چناچہ اس معاملے میں صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو جندل اور حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہما کا طرز عمل بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے ایک معاہدے کی وجہ سے ان دونوں حضرات کو قریش کے حوالے کر دیا تھا لیکن ان دونوں حضرات نے اپنی جان کے دفاع کا حق استعمال کرتے ہوئے قریش سے اپنے آپ کو چھڑوا کر مدینہ سے مکہ جانے والے ایک راستے پر، ایک پہاڑی علاقے کو اپنا مسکن بنالیا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے زیر اثر نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو بھی مسلمان مکہ سے ہجرت کرتا وہ مدینہ جانے کے بجائے اس علاقے میں چلا آتا جس کی وجہ سے یہاں ایک بڑا جتھ وجود میں آگیا اور یوں قریش مکہ اور مدینے کے مسلمانوں کے درمیان صلح کے معاہدے کے باوجود انہوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ چناچہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس عمل کے باجود اس گروہ کو فسادی اور خوں ریزی کرنے والا قرار نہیں دیا، بلکہ آپ ﷺ نے ان کے اس عمل کی تحسین فرمائی۔ چناچہ فقہاء اور محدثین نے بجا طور پر، حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ والی احادیث سے استدلال کر ہوئے بڑے بڑے مسائل اخذ کئے اور جہاد کی باقاعدہ ایک الگ قسم کو بیان کیا جس کو "قتال نکایہ" کہا جاتا ہے۔

شیخ حاکم المطیری (استاذ تفسیر و حدیث، کلیہ الشریعۃ، جامعۃ الکویت) اپنے ایک فتوے بہ عنوان ''اشتراط إذن الإمام ووجود الرایۃ فی قتال الکفار'' میں کہتے ہیں:

''جهاد الدفع عن أرض المسلمين: فالامر فيه اوضع اوجلى اذ لا يشتطرط له أى شرط اطلاقاً۔ بل على كل احد الدفع بما استطاع، فلايستأذن الولد والده، ولا الزوجة زوجها، ولا الغريم غريمه، وكل هؤلاء احق بالاذن والطاعة من الامام، ومع ذلك سقط حقهم في هذه الحال؛ اذالجهاد فرض عين على الجميع فلا يشترط له اذن امام فضلاً عن وجوه''۔

''جہاد دفع، یعنی دشمن کو مسلمانوں کی سرزمین سے باہر کرنا۔ اس کی بابت معاملہ کہیں زیادہ واضح اور جلی ہے؛ کیونکہ اس کیلئے تو کوئی شرط ہے ہی نہیں؛ بلکہ ہر شخص پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ دشمن کو مار بھگانے کیلئے اٹھ کھڑا ہو۔ یہاں تو نہ بیٹا باپ سے اجازت لے گا، نہ بیوی خاوند سے، نہ مقروض اپنے قرض خواہ سے، حالانکہ یہ سب اصناف امام کی نسبت اجازت دینے یا نہ دینے کا زیادہ حق رکھتی ہیں، مگر اس کے باوجود اس حالت میں ان کا حق بھی ساقط ہو گیا ہے؛ کیونکہ اس حالت میں جہاد سب پر فرض عین ہو گیا ہے۔ اس حالت میں تو امام کا موجود ہونا تو کجا امام کا اجازت دینا ضروری نہیں رہ جاتا''۔

عالم عرب کے ممتاز عالم دین شیخ حامد العلی الکویتی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''أما إن عُدم الإمام، أو ترك الجهاد، كأن يكون قد عاهد الكفار على ترك الجهاد أبدا، وهو عهد باطل باتفاق العلماء، أو كان الحاكم لادينيا علمانيا لايؤمن بالتحاكم إلى الشريعة، أو خُشي المسلمون فوات مصلحة إن انتظروا إذن الإمام الشرعي، أو وقوع مفسدة، أو تعين على طائفة منهم قتال عدو حضر، فلا يشترط إذن الحاكم، بل يقيم المجاهدون أميراً منهم ويجاهدون معه''

"رہ گئی ایک ایسی صورتحال کہ جب امام نہ ہو، یا امام جہاد چھوڑ بیٹھا ہو، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ کفار سے کوئی ایسا معاہدہ کرلے کہ جہاد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ترک کردیا جائے گا، اور جو کہ جملہ علمائے اسلام کے اتفاق کی رو سے ایک باطل معاہدہ ہوگا، یا حاکم لادین سیکولر ہو جو شریعت کی جانب تحاکم پر ہی ایمان نہ رکھتا ہو، یا جب مسلمانوں کو خدشہ ہو کہ امامِ شرعی کے اِذن کا انتظار کرنے کی صورت میں کوئی بہت بڑی مصلحت فوت ہوسکتی ہے، یا کوئی بہت بڑی مفسدت واقع ہوسکتی ہے، یا جب مسلمانوں کے کسی گروہ یا خطے پر گھر آئے دشمن کے خلاف جہاد فرض عین ہوگیا ہو......... تو اِن صورتوں میں حاکم کا اِذن لازم نہیں ٹھہرایا جاتا۔ بلکہ ایسی صورت میں مجاہدین اپنے میں سے ایک امیر مقرر کرلیں گے اور اس کی سرکردگی میں جہاد کریں گے"۔

ڈاکٹر خیر ہیکل کی کتاب 'الجہاد و القتال' سے چند اقتباسات نقل کیے ہیں جنہیں ہم یہاں اختصار سے پیش کررہے ہیں:

"بسا اوقات کفار ٹولیوں (اتحاد) کی شکل میں پوری امت پر حملہ کردیتے ہیں (اس نیت سے کہ) اسلام کا نام و نشان ہی مٹ جائے بالخصوص آج کے حالات میں یہی صورت درپیش ہے۔ اس صورت میں اسلامی قیادتوں کی ذمہ داری ہے کہ ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سبیلیں نکالیں خواہ کسی (اتحادی) کو مادی پیش کش سے ہی توڑا جاسکتا ہو تو اس میں پس و پیش نہ کیا جائے۔ غزوہ خندق میں آپ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ جب جنگ کی ہی صورت باقی رہ گئی ہو تو پھر قاعدہ یہ نہیں کہ دونوں کا موازنہیں کیا جائے گا، نہ تعداد کے لحاظ سے نہ وسائل کے لحاظ سے، بلکہ مسلمانوں کو معرکے میں کودنا ہی ہوگا اپنے ضعف کے باوجود، خواہ لاکھوں مسلمانوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑے۔ کسی مسلمان کے لیے میدان سے بھاگنے کی فکر کرنا یا قوت کا زور کم کرنا حرام ہے۔ غزوہ خندق میں مسلمانوں کا یہی حال تھا۔ کفار کے حملے کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ نیت نہ مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کی ہو نہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی بلکہ وسائل حاصل کرنے کی نیت ہو تو اس صورت میں بھی طاقت کا

توازن نہیں دیکھا جائے گا بلکہ ہر ممکن طریقہ سے مقاومت کرنا ہوگی۔ مقابلے سے فرار کی صورت میں نقصان اس سے بڑھ کر ہوگا جو مقابلہ کرنے میں متوقع ہے"۔

## جملہ معترضہ:

حامد کمال صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ:

"افغانستان میں جس وقت روس کی افواج گھس آئیں تب امت کے ہزاروں علماء نے ان کے خلاف قتال پر اتفاق کیا........یہی معاملہ فلسطین کے قتال کا ہے۔ یہی معاملہ خاصی بڑی حد تک کشمیر اور کچھ دیگر خطوں میں ہونے والے قتال کا رہا۔ (اسی طرح) طالبان کے قتال کی تائید میں علمائے امت کی ایک بہت بڑی تعداد ہمیں یک آواز نظر آئی ہے۔ ان سب محاذوں پر علمائے امت کی ایک بڑی تعداد تو قتال کے جواز کا باقاعدہ فتویٰ دیتی رہی۔ پھر علماء کی ایک اور بڑی تعداد ایسی تھی جس نے اس معاملے کوئی فتویٰ صادر نہیں کیا تو اس کے خلاف بھی فتویٰ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ بلکہ اس کے خلاف فتاویٰ آنے کے واقعات سنے ہی نہیں گئے۔ کوئی ایک آدھ آواز اس کے خلاف سنی گئی ہو تو الگ بات ہے البتہ اہل علم کی کوئی معتدبہ تعداد اس قتال کی حرمت پر اپنا موقف لے کر کبھی سامنے نہیں آئی"۔

(مسلم حکمرانوں کی غیر موجودگی میں مسلح مزاحمت کے لئے شرعی ضوابط)

روس کی جارحیت کے وقت افغانستان میں جہاد کے حوالے سے اگر یہ کہا جائے کہ علمائے امت کی اکثریت نے اس کے حق فتویٰ دیا اور سوائے ایک آدھ کے کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی ایسے کوئی واقعات سننے میں آئے، تو بات کسی حد تک درست قرار دی جاسکتی ہے اور اسی طرح فلسطین کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں تک نائن الیون کے تناظر میں امریکہ کی جانب سے افغانستان پر حملے کے بعد یہ کہنا کہ "طالبان کے قتال کی تائید میں علمائے امت کی ایک بہت بڑی تعداد

ہمیں یک آواز نظر آئی"، اور یہ کہنا کہ "اہل علم کی کوئی معتد بہ تعداد اس قتال کی حرمت پر اپنا موقف لے کر کبھی سامنے نہیں آئی"۔ تو یہ کسی بھی صورت درست نہیں۔

افغانستان پر روسی جارحیت کے وقت تو طالبان کا وجود ہی نہیں تھا۔ البتہ نائن الیون کے وقت طالبان موجود تھے، چناچہ نائن الیون کے بعد امریکہ جانب سے افغانستان پر حملے کے پیش نظر مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ (پاکستان) اور شیخ حمود عقلاء الشعیبی رحمہ اللہ (سعودی عرب) جیسے راسخون فی العلم علماء تو طالبان کے حق میں اور امریکہ اور اس کا ساتھ دینے والوں کے خلاف فتویٰ جاری کیا لیکن دیگر علماء کے جم غفیر نے تو اس تمام صورتحال کا ذمہ دار طالبان کو قرار دیا اور اپنے فتاوی میں القاعدۃ سے تعلق اور شیخ اسامہ کو پناہ دینے کی بناء پر طالبان کی جابجانہ صرف مذمت کی بلکہ عالمی برادری کے حق پر ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔

شیخ الازہر (مصر) محمد سیّد طنطاوی کے بتاریخ یکم رجب ۱۴۲۲ھ کو صادر ہونے والے فتوے میں کہا گیا کہ:

"پر امن لوگوں پر حملہ جیسا کہ نیویارک میں عالمی تجارتی مرکز میں ہوا، بلاشبہ وہ دہشت گردی، ظلم اور بعینہ دھوکہ دہی ہے"۔

اورامریکہ کی طرف سے افغانستان پر متوقع حملے کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ:

"ہر ملک کو حق حاصل ہے کہ وہ اُس پر حملہ کرنے والے سے اپنا دفاع کرے۔ اور بلاشبہ اسلام تو ظلم کے ساتھ سرکش حملہ آور، ظلم اور دہشت گردی کے خلاف کھڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا، جس ملک پر بھی حملہ ہوا، تو ہم مسلمان ہونے کے ناطے اُس کے ساتھ کھڑے ہوں گے کہ جس پر حملہ ہوا۔ اِس سے قطع نظر کہ وہ امریکہ یا اُس کے علاوہ کوئی ملک ہو"۔

سعودیہ کی اعلی فیصلہ ساز کمیٹی کے سربراہ الشیخ صالح اللحیدان کا بتاریخ ۱-۷-۱۴۲۲ھ کا فتویٰ ہے، جس میں اُنہوں نے کہا:

"دوسروں یعنی امریکیوں کے ساتھ احسان (نیکی) کرنا اور مظلوم یعنی امریکا کی مدد کرنا اور ظالم یعنی افغانوں کو حق کے ساتھ نہ کہ ظلم کے ساتھ، مغلوب کرنا جرائم کے قلع قمع کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے"۔

اور انہوں نے کہا کہ:

"بلاشبہ ان دھماکوں سے متأثرہ لوگوں کے لئے مدد کا ہاتھ بڑھانا، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، یہ بنی نوع انسان کے ساتھ احسان ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور بلند اسلامی اخلاق کے اجاگر کرنے کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے"۔

شیخ یوسف القرضاوی کہ جنہوں نے ان کاروائیوں کو شریعت میں حرام قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

"ہم تمام مسلمانوں کو ترغیب دلاتے ہیں کہ وہ امریکا میں ہونے والے ان حملوں کا شکار ہونے والے بے گناہوں کے لیئے خون کے عطیات دیں"۔

ایک اور فتویٰ "رابطہ عالم اسلامی" کی طرف سے ڈاکٹر عبد المحسن الترکی نے ۲۹۔۰۶۔۱۴۲۲ھ کو ان کاروائیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا:

"بلاشبہ اسلامی ملکوں کے عوام، دہشت گردی کے اس جرم جو ریاستہائے متحدہ (امریکا) اور دوسرے ملکوں میں ہوا کی اسلامی نظریات کے مطابق مذمت کرتے ہیں۔ جس کے شرعی قواعد کسی مسلمان کے لئے یہ حرام قرار دیتے ہیں کہ وہ خود قاتل بنے یا قتل یا لوگوں کو دہشت زدہ کرنے یا خوفزدہ کرنے یا اُنہیں ایذاء پہنچانے کے وسائل میں سے کوئی ایک وسیلہ بنے کیونکہ یہ سب کچھ حرام سرکشی کے زمرے میں آتا ہے"۔

اور اس نے مزید کہا کہ:

"بلاشبہ عالمی امن وسلامتی کا تقاضا ہے کہ ہر قسم کے حملے پر پابندی کے عالمی قانون کا جلد از جلد نفاذ کیا جائے"۔

اور''هيئة الكبار العلماء وادارة البحوث العلمية والافتاء ''کے سربراہ کے سربراہ سعودی مفتی سماحۃ الشیخ عبد العزیز آل شیخ کا فتویٰ ہے۔ جس میں اُنہوں نے کہا:

''بلاشبہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں ہونے والے دھماکے اور اُس سے تعلق رکھنے والے دوسرے کام جیسے طیّاروں کا اغواء یا پر امن لوگوں کو خوفزدہ کرنا یا لوگوں کا ناحق قتل کرنا، یہ سب صرف اور صرف ظلم وجبر اور سرکشی کی مثالیں ہی ہیں۔ اور اس طرح کے تصرفات تو حرام اور کبیرہ گناہ ہیں''۔

اور انہوں نے تاکیداً کہا کہ:

''بلاشبہ جو خطرناک حادثے نیویارک اور واشنگٹن میں ہوئے کہ جن کے نتیجے میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ ایسے کام ہیں کہ جنہیں شریعتِ اسلامی تسلیم نہیں کرتی اور نہ یہ اس دین کا حصّہ ہیں اور نہ ہی یہ اُس کے شرعی اُصولوں سے موافقت رکھتے ہیں''۔

اور ''خلیج تعاون کونسل'' کے ملکوں نے ۵۔۷۔۱۴۲۲ھ بروز اتوار کے اپنے اجلاس میں یہ یقین دلایا کہ وہ نیویارک اور واشنگٹن میں ہونے والے حملوں کے مرتکب افراد کے تعیّن کے سلسلے میں ریاستہائے متحدہ امریکا کی مدد اور اُس سے مکمّل تعاون کریں گے۔ اور کونسل نے اپنے اس بیان میں کہ جو کہ سعودیہ کے شہر جدّہ میں چھ ملکوں کے وزرائے خارجہ کے ہنگامی اجلاس کے اختتام پر جاری ہوا میں کہا گیا کہ:

''کونسل کے ارکان، دہشت گردانہ اعمال کے مرتکب افراد کے تعیّن اور انہیں انصاف کے کٹہرے میں لانے کے لیئے عالمی کوششوں کے ساتھ مل کر تعاون اور مدد کا یقین دلاتے ہیں''۔

اس کے علاوہ اور بھی کثیر علماء تھے جنہوں اپنے فتاویٰ میں اسی قسم کے مؤقفات کا اظہار کیا ۔تو سوال یہ ہے کہ اگر دفاعی جہاد کو علمائے امت کے جم غفیر کے متفقہ فتوے سے مشروط کر دیا جائے تو

پھر کیا طالبانِ افغانستان کا امریکہ کے خلاف جہاد بھی ہنگامہ، بلوہ، خوں ریزی اور فساد نہیں قرار پائے گا؟ اور افغانستان میں امریکہ کے خلاف کیا جانے والا جہاد اس اصول کی بناء پر کالعدم نہیں ہو جائے گا؟

بس مسلمانو کو ایسے نظریات وافکار پھیلانے والوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ایسے علماء حق کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو اپنے اخذ کردہ فلسفوں اور خود ساختہ نظریات پر فتوے دینے والے نہ ہوں بلکہ قرآن وسنت اور علمائے سلف صالحین کی تصریحات کی روشنی میں فتوے دینے والے ہوں۔

تیسرا مسئلہ

# عصر حاضر میں جہاد فی سبیل اللہ کو بعض مخصوص علاقوں تک محدود کرنے کی کوشش کرنا

جیسا کہ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اُن مسلم علاقوں میں جہاں حکمرانوں نے غیر اللہ کے قوانین کا نفاذ کر رکھا ہے (جو کہ صریح کفر وارتداد ہے)، اور ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین پر ظلم و استبداد کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں اور معاشرے سے اسلامی تہذیب و اقدار کو یکسر مٹانے کے درپے ہیں، وہاں حامد کمال صاحب کے ایک طرف مسلح جہاد کو درست نہیں سمجھتے بلکہ پر امن جدوجہد کے قائل ہیں، تو دوسری طرف مسلم علاقوں پر کفار کے حملہ آور ہونے کی صورت میں بھی بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ مسلح جہاد کے قائل نہیں، اسی وجہ سے وہ ان علاقوں میں مسلح جہاد کے آغاز کے لئے ایسی بے منطقی اور مردود شرائط بیان کی ہیں، جن کا شرعی طور پر کوئی وجود ہی نہیں (جس کی وضاحت گزشتہ صفحات میں کی جاچکی ہے)۔

لیکن جب ان بے منطقی اور مردود نظریات و افکار کارد سامنے آجاتا ہے اور پھر کوئی اور وجہ باقی نہیں رہتی کہ مسلح جہاد کے عمل کو کسی طرح روکا جاسکے تو اس کے لئے آخری حربے کے طور (خاص کر پاکستان و سعودی عرب کے) سرکاری و درباری علماء اور دانشور مسلح جہاد کو صرف افغانستان تک یا زیادہ سے زیادہ کشمیر و فلسطین اور عراق کے محاذوں تک محدود رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ان دانشوروں میں حامد کمال صاحب بھی سرفہرست ہیں۔

چناچہ وہ کہتے ہیں:

”واضح رہے ہم حالیہ صورتحال میں صرف اور صرف ان محاذوں پر ہی مسلمانوں کی عسکری سرگرمی کو درست سمجھتے ہیں جن پر علمائے اسلام کے ”جمِ غفیر“ کی جانب سے جہاد کا فتوئے

عام موجود ہے اور جو کہ اِس وقت صرف اور صرف امت کے بیرونی محاذ ہیں مانند فلسطین بہ مقابلہ یہود، افغانستان بہ مقابلہ امریکی و دیگر اتحادی، چیچنیا بہ مقابلہ روس، کشمیر بہ مقابلہ ہندو، صومالیہ بہ مقابلہ ایتھوپیائی یا امریکی قبضہ کار وغیرہ وغیر"

(حاشیہ "پس چہ باید کرد" اداریہ شمارہ ایقاظ اپریل 2011ء)

چناچہ لال مسجد کے واقعہ، جس میں ہزاروں طلباء و طالبات کو "شریعت" مانگنے کے جرم میں افوج پاکستان کے ٹرپل ون بریگیڈ کے ہاتھوں امریکی تعاون سے (جس کا اعتراف صدر بش نے خود کیا تھا) فاسفورس بموں سے جلانے کے بعد جب پاکستان میں "تحریک طالبان پاکستان" کی باقاعدہ بنیاد پڑی اور یہاں شریعت کے نفاذ کے لئے باقاعدہ مسلح جہاد کا اعلان کیا گیا جس کو اسد الاسلام شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ سمیت دیگر قائدین جہاد مثلاً ڈاکٹر ایمن الظواہری حفظہ اللہ اور علمائے جہاد میں نمایاں مقام رکھنے والے علماء میں سے شیخ ابو یحییٰ اللّیبی رحمہ اللہ اور شیخ عطیۃ اللہ رحمہ اللہ کی تائید و توثیق حاصل تھی بلکہ درحقیقت پاکستان میں جہاد کی نفیر سب سے پہلے شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے لگائی تھی (جس کا ذکر آگے تفصیل سے آئے گا)، تو حامد کمال صاحب کے رسالے ایقاظ میں ایک صاحب زکریا خان نے اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا:

"اگر سرحد میں جاری اصلاحی کام کی رفتار کو تیز کرنے اور افغانستان کی اخلاقی مدد کرنے کی حکمت عملی پر اکتفاء کیا جاتا تو پھر بھی امریکہ کو افغانستان سے نکلنا ہی پڑتا اور جنگ کا دائرہ سرحد کے قبائل تک نہ بڑھتا۔ یہ ایک بہترین صورت ہوتی کہ سرحد میں اصلاح معاشرہ کا کام اخلاقی اپیل کے طور پر جاری رہتا اور جدید ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لاتے ہوئے افغانستان کی سابق امارت اسلامی کو بحال کرنے کے لیے پورا زور لگایا جاتا"۔

("پاکستان اور طالبان"۔ شمارہ ایقاظ جنوری 2008ء)

پھر اسی ضمن میں مزید کہتے ہیں کہ:

"یہ جنگ جسے ترجیحاً مقبوضہ علاقوں تک محدود ہونا چاہیے تھا اب وسیع ہو گئی ہے اور مسلم امہ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔امت کے اہل حل و عقد سر جوڑ کر بیٹھیں اور مسلم مقبوضات میں برسرپیکار مجاہدین کی رہنمائی کریں اس طرح کہ وہ ان نصائح کو ایسی ہی اہمیت دیں جیسی وہ اپنے جہادی کمانڈروں کے نصائح کو اہمیت دیتے ہیں"۔

پھر وہ مجاہدین کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"(چناچہ) مسلمان خطوں میں جاری مقدس مزاحمت اس بات کی زیادہ ضرورت رکھتی ہے کہ اس کا جہاد محدود رہے"۔

("پاکستان اور طالبان"۔شمارہ ایقاظ جنوری 2008ء)

## بھیانک صورتحال:

چناچہ یہ بڑی بھیانک صورتحال ہے کہ جب پاکستان یا سعودی عرب سمیت جب ان مسلم علاقوں میں، جہاں مقامی کلمہ گو طواغیت کا راج ہے، امریکہ کے کہنے پر "شریعت" مانگنے پر ہزاروں طلباء طالبات کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، اور لاکھوں کا قتل عام کر دیا جائے، بستیوں کی بستیاں ویران کر دی جائیں، کھیت کھلیانوں کو اجاڑ دیا جائے، لاکھوں مسلمانوں کے اپنے ہی ملک میں ہجرت پر مجبور کر دیا جائے اور بیگار کیمپوں میں ڈال دیا جائے، ہزاروں مسلمان ماؤں بہنوں کی عزت کو سرعام نیلام کیا جائے اوران کو یورپی این جی اوز کے ہاتھوں فروخت کرکے یورپ کے نائٹ کلبوں کی زینت بنادیا جائے(جیسا کہ پاکستان میں سوات سے لے کر وزیرستان تک ہوا) تو حامد کمال صاحب کو افغانستان میں موجود طاغوت اکبر امریکہ نظر آنے لگتا ہے کہ صرف افغانستان کے محاذ یا زیادہ سے زیادہ عراق کے محاذ پر توجہ دی جائے اور جو کچھ امریکہ اور اس کے مقامی ایجنٹ پاکستان اور دیگر مسلم علاقوں کے مسلمانوں کے ساتھ کر رہے ہیں، ان کو بلا کسی روک ٹوک کے کرنے دیا جائے اور کسی قسم کی مسلح مزاحمت کو مسلم علاقوں پر کھڑے نہ ہونے دیا جائے۔

لیکن جب یہی صورتحال مسلم علاقوں پر مسلط کلمہ گو طواغیت کے زیر دست علاقوں سے باہر کہیں کفار کے زیر دست علاقوں میں پیدا ہو جائے تو پھر حامد کمال صاحب کو وہ سارے اصول وضوابط یاد آنے شروع ہو جاتے ہیں جو کہ شریعت نے ایک مسلمان کو اپنی جان،مال،عزت و آبرو بچانے کے لئے "عدو صائل" کی اصطلاح کے ضمن میں عطا کئے ہیں۔ جس کی تفصیل سے اہل علم بخوبی واقف ہیں)اسی طرح "قتال نکایہ" جیسی تمام اصطلاحات کا اطلاق بھی ان علاقوں پر شروع ہو جاتا ہے۔ چناچہ بھارت کے شہر گجرات میں مسلمانوں کے قتل عام پر یوں کہتے ہیں:

"تاہم کچھ شرعی غایتیں ایسی ہیں کہ جن کو ایک غیر معمولی صورتحال کے اندر موخر بہر حال نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ دین کے دشمنوں سے مسلم عزتوں اور آبروؤں کا تحفظ بجائے خود مطلوب ہے اور ایسی کوئی صورتحال بجائے خود قتال کی متقاضی ہو سکتی ہے۔ اب مثلاً بھارت کے صوبہ گجرات میں اسلام کے ساتھ ہزار ہزار سالہ بغض رکھنے والے ہندو درندے مسلم عصمتوں کو تار تار کرنے چل پڑتے ہیں اور نہتے مسلمانوں کو، محض بغضِ دینی کے زیر تحریک، گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگتے ہیں، تو یہاں ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ اگر کافر کو ہم کوئی نکایہ (گہری چوٹ) پہنچالیں تو بھی یہاں تو شریعت قائم ہونے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آرہی لہٰذا یہاں پر کوئی جہادی اقدام جائز کیونکر ہو سکتا ہے اور جب قیامِ شریعت کی بھارت کے صوبہ گجرات کے اندر کوئی ایسی واضح صورت ہی نظر نہیں آرہی، تو پھر یہاں اِن مظلوم نہتے مسلمانوں کے ساتھ جو بیتتی ہے بیتتی رہے، ہمارے لئے تو ان بنجاروں کیلئے کوئی جہادی اقدام کرنا از روئے شریعت ہی نادرست ہے۔ آپ کو یاد ہو گا بوسنیا میں جس وقت سربی درندے مسلمانوں کے گھروں پر چڑھ آئے تھے، اُس وقت بھی صورتحال کچھ ایسے ہی فوری اقدام کی متقاضی تھی۔ علیٰ ہٰذا القیاس"۔

("قتال اور شرعی غایتیں"۔ ایقاظ شہید امت ایڈیشن، جولائی 2011ء)

پھر اس مسئلے پر مزید کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"بعض لوگ اِس واضح جہادی صورتحال کو "من قُتِل دون مالہ" (یعنی جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے) جیسی ایک عام سی صورتحال کے ساتھ خلط کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ معاصر جہاد کے بیشتر یا سب محاذوں کو 'قتالِ حریت' سے بڑھ کر کوئی نام دینے کے روادار نہیں"۔

("قتال اور شرعی غایتیں"۔ ایقاظ شہید امت ایڈیشن، جولائی 2011ء)

مزید کہتے ہیں:

"جہاں پر مسئلہ صرف اتنا ہی ہے کہ آپ کے مال یا جائیداد پر کسی کا دل آگیا ہے یا اُس نے انسانی دوافعِ نفس کے تحت آپ کی عزت و آبرو پر ہاتھ ڈال دیا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ کوئی کافر ہے یا ظلم پر آمادہ کوئی مسلمان......... تو یہاں تو آپ کا لڑنا "من قُتِل دون مالہ" کے ضمن میں ہی آتا ہے۔ البتہ جہاں مسئلہ عداوتِ دینی کا ہے، وہاں مسئلہ خالی 'جان مال' سے اوپر اٹھ کر "اسلامی مصالح" کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے اور "کفر و اسلام کے مابین ہونے والی جنگ" کے ساتھ ملحق ہے، جس کیلئے ہماری شرعی اصطلاح میں "فی سبیل اللہ" کا لفظ رائج ہے"۔

("قتال اور شرعی غایتیں"۔ ایقاظ شہید امت ایڈیشن، جولائی 2011ء)

پھر اپنے اس قول کے بعد بوسنیا کے معاملے کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"اب مثال کے طور پر جہاں سربیا کے کینہ بھرے صلیبی، ہمارے بوسنیا کے مسلمانوں سے پچھلے پانچ پانچ سو سال کے بدلے نکالنے جارہے ہوں، خلافت عثمانیہ کا وہ پورا پانچ سو سالہ قرض بوسنیا کی ہماری اِن معصوم بچیوں پر اتارنے جارہے ہوں؛ وہاں مسئلہ صاف صاف عداوتِ دینی کا ہے......... یہ کہہ لیجئے کہ بوسنیا کی یہی بچیاں فی الوقت کوئی بہت زیادہ پابند شریعت نہیں اور مسئلہ (پابندیِ شریعت کے حوالے سے) یہاں ایک طویل تعلیمی و اصلاحی عمل کا متقاضی ہے......... غرض بوسنیا یا کوسوا میں آج اگر پابندیِ شریعت کا گراف بہت اچھا

نہیں، تو بھی صلیبیوں کے ساتھ ان کی جنگ یا ان پر صلیبیوں کے اِن ہوش ربا مظالم کے ڈانڈے اُس عداوت دینی کے اندر پیوست ہیں........ تو یہاں یہ چیز عین اُس جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ ملحق ہے جو زمین پر خدا کے کلمہ کو بلند اور ''الذین کفروا'' کے کلمہ کو پست کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ ''اقامتِ شریعت'' کو اس عمل (جہاد) کی معراج کہئے، مگر کچھ غیر معمولی وغیر طبعی مراحل کے دوران اِس کے اندر بہت سے ہنگامی موڑ بھی آ سکتے ہیں........ پس جہاں جہاں مسئلہ عداوتِ دینی کا ہے، جہاں جہاں کچھ بے سہارا و پسماندہ مسلم بستیاں اپنے ''مسلمان'' ہونے کی قیمت دے رہی ہیں، اور خاص اِس وجہ سے صلیبی بھیڑیوں یا ہندو درندوں کی چیر پھاڑ کا شکار ہو رہی ہیں، وہاں وہاں ''کفر و اسلام کی جنگ'' کا ہی ایک نہایت واضح وصریح معنیٰ پایا جاتا ہے۔''

(''قتال اور شرعی غایتیں''۔ ایقاظ شہید امت ایڈیشن، جولائی 2011ء)

پھر مزید کہتے ہیں:

''کیا آپ تصور نہیں کر رہے کہ ہم اگر اِن بے حیلہ و بے سہارا مسلمانوں کو آج اُن کے حال پر چھوڑ دیں اور کفار ان کی عصمتوں اور آبروؤں پر ضیافتیں اڑائیں تو اِس میں دینِ محمد کی کیسی تذلیل ہے اور دشمنانِ دین و ملت کی کیسی چڑھ ہے؟ پھر اتنا ہی نہیں، ایسی بہت سی ضعیف و بے بس مسلم آبادیاں اس کے نتیجے میں ارتداد کی راہ پر بھی نکل سکتی ہیں اور ان کے بچے کفر کے شعائر کو ظاہر کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھنے لگ سکتے ہیں۔ پس یہ مسئلہ "دون مالہ" تک کہاں محدود رہا؟''

(''قتال اور شرعی غایتیں''۔ ایقاظ شہید امت ایڈیشن، جولائی 2011ء)

## کفر و اسلام کی جنگ کیا کفار کے زیر قبضہ علاقوں تک محدود ہے؟

ان تمام اقوال کے ضمن میں سوال یہ ہے کہ جو کفر و اسلام کی جنگ آپ کو عراق و افغانستان میں اور گجرات کو بوسنیا میں نظر آ رہی ہے وہ بشمول پاکستان کے ان دیگر مسلم علاقوں میں کیوں نظر نہیں

آرہی جو کہ مقامی کلمہ گو طواغیت کے زیر تسلط ہیں؟ایک مسلمان عورت کی عزت تار تار ہونے پر دین محمدی کی جو تذلیل آپ کو کفار کے زیر دست علاقوں میں نظر آتی ہے وہ کلمہ گو طواغیت کے علاقوں میں کیوں نظر نہیں آتی؟جو عداوتِ دینی آپ کو کفار کے علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ نظر آتی ہے وہ عداوت دینی آپ کو کلمہ گو طواغیت کے علاقوں میں کیوں نظر نہیں آتی؟جو ارتداد کی راہیں آپ کو کفار کے علاقوں میں مسلمانوں پر کھلتی نظر آتی ہیں وہ کلمہ گو طواغیت کے علاقوں میں واضح طور پر کھلی ہوئی کیوں نظر نہیں آتیں؟جن شرعی غایتوں کو اطلاق کفار کے زیر دست علاقوں کیا جارہا ہوتا ہے تو ان کا اطلاق کلمہ گو کفار و مرتدین کے علاقوں پر کیوں نہیں ہوتا؟کیا حقیقی کفار کے زیر دست علاقوں کے مسلمانوں کی مال وجان اور عزت کی حرمت کلمہ گو طواغیت و مرتدین کے زیر دست علاقوں کے مسلمانوں سے زیادہ بڑی ہے؟کیا جو حق کفار کے زیر دست علاقوں کے مسلمانوں کو اپنے دین، جان ومال اور عزت بچانے کیلئے شریعت نے دیا ہے وہ کلمہ گو طواغیت کے زیر دست مسلمانوں کو حاصل نہیں؟کفار کے زیر دست علاقوں میں ان کے ظلم وستم پسے ہوئے مسلمان کو اگر اپنی تمام تر بے دینی کے باوجود اپنے مال وجان کا دفاع کریں تو ان کی نظر میں ''من قُتِل دون مالہ'' سے بڑھ کر عین جہاد فی سبیل اللہ قرار پاتا ہے اور اگر کلمہ گو طواغیت کے سامنے شریعت کے نفاذ کے لئے کھڑے ہونے والوں کو بے دریغ قتل کیا جانے لگے،ان کی عورتوں کو بالوں سے پکڑ کر سڑکوں پر گھسیٹا جائے،ہزاروں بچوں کو یتیم اور ہزاروں عورتوں کو بیوہ کر دیا جائے،تو ان طواغیت کے خلاف مسلح بغاوت کرنے والوں کو جہاد فی سبیل اللہ تو دور کی بات ہے،اپنے مال وجان اور عزت کی حفاظت کے دفاع میں لڑنے کی کسی صورت اجازت نہ دی جائے،اور دوسری طرف اگر کوئی مسلح جہاد شروع کرنا بھی چاہے تو اوّلاً اس کو کسی صورت صحیح نہ سمجھا جائے اور دوم یہ کہ اس کے حوالے سے علماء کے جم غفیر کے فتوے اور اپنے اخذ کردہ طویل اور پیچیدہ دعوتی اصلاح کے کام شروط عائد کر دی جائیں،اور اس کے بغیر کئے جانے والے جہاد کو فساد، بلوے ،ہنگامہ سے تعبیر کیا جائے اور اس کے مرتکب کو گناہ عظیم کا مرتکب قرار دیا جائے(جس کی وضاحت پہلے گذر چکی ہے)؟واللہ ایسا نظریہ رکھنا صرف شریعت پر ایک بہتان باندھنے کے سوا کچھ نہیں۔

## کیا ظلم صرف وہ ہی ہے جو یہودیوں کے ہاتھوں ہو؟

علمائے جہاد میں ایک عظیم رتبہ رکھنے والے اور شیخ اسامہ رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد القاعدۃ کے نائب امیر کی حیثیت سے فرائض انجام دینے کے دوران پاکستان کے قبائلی علاقے میں ڈرون حملے میں شہید ہونے والے اور جہاد پاکستان پر معرکۃ الآراء کتاب "حد السنان لقتال حکومۃ و جیش باکستان""" کے مصنف، عالم ربانی شیخ ابو یحیٰی اللیبی رحمہ اللہ سوات آپریشن پر بیان میں اس قسم کے باطل نظریات کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ابھی کل ہی کی بات ہے کہ جب غزہ (فلسطین) میں ہمارے بھائیوں کو غاصب یہودیوں کے ہاتھوں مظالم کا سامنا کرنا پڑا تو مشرق سے لے کر مغرب تک سارا عالم اسلام لرز اٹھا۔ ہر جانب سے ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کی صدائیں بلند ہوئی۔ آج ہمارے سامنے (مسلمانوں کے) قتل عام کا ایک اور سلسلہ جاری ہے جو کہ اپنی شدت اور سفاکی میں غزہ کے قتل عام سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ البتہ اس دفعہ قاتل ہاتھ یہودیوں کے نہیں بلکہ ان کے مرتد کارندوں کے ہیں۔ سوات میں بھی ویسے ہی بستیاں ملیامیٹ کر دی گئیں جس طرح غزہ میں، یہاں پر مساجد اور مدارس کو غزہ سے بھی زیادہ بے دردی سے منہدم کر دیا گیا، غزہ میں جتنے مسلمان قتل کئے گئے یہاں اس سے بھی زیادہ شدت سے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی، سوات سے جس طرح لوگوں بے گھر کر کے بے یارومدگار ہو کر ہجرت پر مجبور کر دیا گیا اس کی تعداد غزہ کی کل آبادی سے بھی زیادہ ہے، ان ضعیفوں پر بھی ویسے ہی آگ برسائی گئی جس طرح اہل غزہ پر، یہودیوں نے تو غزہ پر اس لئے حملہ کیا تھا تاکہ وہ اپنے قبضے کو مضبوط اور مجاہدین کو کمزور کر سکیں۔ لیکن پاکستانی فوج کے مرتد ایجنٹوں نے سوات پر اس لئے دھاوا بولا کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے نفاذ کو ہر ممکن طریقے سے روک سکیں، جاہلی نظام کو نافذ کریں، اپنے امریکی آقاؤں کو راضی کر سکیں اور حق کی اس دعوت کی نصرت و تائید میں اٹھنے والے ہر شخص کو اپنے ظلم کا نشانہ بنا سکیں......ان سفاک مجرموں کے ہاتھوں مظالم کا سلسلہ پوری شدت کے ساتھ جاری ہے، لیکن اس سب کے باوجود غزہ کے حق میں

اٹھنے والی آوازوں کا عشر عشیر بھی سوات کے لئے سنائی نہیں دیتا، نہ ہی پاکستان میں اور نہ ہی پاکستان سے باہر۔ کیا خونِ مسلم کی قیمت صرف غزہ میں ہے؟ اور کیا ظلم صرف وہ ہی ہے جو یہودیوں کے ہاتھوں ہو۔ سوائے اہل سوات آپ کے لئے اللہ ہی کافی ہے"۔

(سوات آپریشن پر جاری کردہ بیان "شریعت یا شہادت" سے اقتباس۔ ادارہ السحاب ۲۰۰۹ء)

## دعوت و تزکیہ، تربیت و اصلاح کے نام پر طواغیت کے خلاف قتال فی سبیل اللہ سے فرار:

حامد کمال صاحب ایک جگہ اپنے درج بالا نظریہ کی مزید تشریح یوں کرتے ہیں:

"جس چیز کو ہمارے یہ علم پر قائم طبقے (ہمارے سب اساتذہ و مشائخ) "تربیت" یا "اِعداد" یا "بنیادی جمعیت کی تیاری" وغیرہ ایسے امور پر موقوف کرتے ہیں وہ امت کا " داخلی محاذ" ہے۔ جہاں تک بیرونی محاذوں کا تعلق ہے (مانند افغانستان، فلسطین، عراق، چیچنیا، کشمیر وغیرہ؛ جہاں پر کافر قومیں ہم پر حملہ آور ہیں)، تو اِن محاذوں کی فرضیت اِن علماء کے ہاں ایک طے شدہ امر ہے اور "تربیت" یا "تزکیہ" یا "اصلاحِ اعمال" ایسی کسی حجت کے تحت ان محاذوں کو موخر ٹھہرانا ان علماء کے ہاں درست نہیں۔ ہاں جس وقت اندرونی محاذوں کی طرف آئیں گے اور یہاں پر شرعی حکومت کے قیام کی خاطر کسی مطلوبہ اقدام کو زیر بحث لائیں گے تو یہاں البتہ "منظم" ہونے کو بھی ضروری ٹھہرائیں گے، ایک "بنیادی جمعیت" کی فراہمی کو بھی زیر بحث لائیں گے، "تربیت" کے ناگزیر ہونے کے مباحث بھی چھیڑیں گے اور کئی دیگر "پیشگی اقدامات" کی بھی نشاندہی کریں گے"۔

("قتال اور شرعی غایتیں"۔ ایقاظ شہید امت ایڈیشن، جولائی 2011ء)

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

"پس امت کے اعلیٰ سطح کے علماء اور اہل الرائے ہی، ایک بڑی تعداد میں، جب کسی خطے کے اندر مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے کی ہدایت کریں اور اس پر باقاعدہ فتاویٰ جاری کریں، جس پر کہ کبھی ممکن نہیں کہ امت کے دیندار طبقے یک آواز نہ ہو جائیں، تب اور صرف تب یہ جائز ہو گا کہ وہاں قتل و قتال اور خون بہنے کا عمل شروع ہو۔ بصورتِ دیگر ایک خون کا ناحق بہہ جانا بھی گناہِ عظیم ہے، چاہے آدمی کتنا ہی یہ سمجھے کہ کسی جگہ جہاد واجب ہو چکا ہے......... بلا شبہ کہیں پر جہاد شروع کرا دینا (چاہے وہ دفاعی ہی کیوں نہ ہو) ایک ایسا ہی دور رس اور اجتماعی فیصلہ ہے، تو اِس امر کیلئے کسی ایک آدھ عالم کا فتویٰ پھر بھی کافی نہیں۔ اس کیلئے علماء کا ایک "جمع غفیر" چاہیے، جن کے فتویٰ پر امت کے اہل دین طبقے یک آواز ہو سکتے ہوں اور وہ اپنی تاثیر میں اس بات کی ضمانت ہو کہ کسی محاذ کی بابت امت اپنی رائے میں منقسم و متنازع نہ ہو"۔

(مضمون "شرعی ضوابط کا التزام ناگزیر تر ہے" سے ایک اقتباس شمارہ ایقاظ جنوری 2008ء)

پھر ایک اور جگہ کہتے ہیں:

"کوئی شک شبہہ نہیں کہ یہاں حاکمیتِ غیر اللہ کا نظام قائم ہے، جس کا برقرار رہنا یہاں کی اقوام کے حق میں ایک گناہ اور ایک ظلم ہے، اور جس پر راضی ہو جانا ایمان ہی کے منافی ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ اندریں حالات یہ دعوت کا موضوع ہے اور ابھی بڑی دیر تک اس کو معاشرے پر واضح ہی کیا جانا ہے"۔

(مضمون "شرعی ضوابط کا التزام ناگزیر تر ہے" سے ایک اقتباس شمارہ ایقاظ جنوری 2008ء)

مزید کہتے ہیں:

"حق یہ ہے کہ برصغیر کی فکری دنیا میں (بغیر قتال کے) ارجاء کے پاؤں تلے سے بساط کھینچ لی جانے کا اس وقت ایک زبردست موقعہ ہے، بشرطیکہ اس مسئلہ کو یہاں کچھ وقت دیا جائے اور ایک طبعی رفتار کے ساتھ پھیلنے کا موقعہ فراہم کیا جائے، اور اس کے بیان پر پورا زور

صرف کر دیا جائے، جس کے دوران ذہنوں کی ترکیز مسئلہ ءحاکمیت پر رہے نہ کہ حاکمیت کی بنیاد پہ قتال پر"

(مضمون "شرعی ضوابط کا التزام ناگزیر تر ہے" سے ایک اقتباس شمارہ ایقاظ جنوری 2008ء)

پھر آخر کار یہ کہہ ہی دیتے ہیں کہ:

"کسی نظام کا کفر یا طاغوت ہونا اس بات کو لازم نہیں کہ اگلے لمحے اس کے خلاف مسلح جہاد کا اعلان کر دیا جائے........یوں جاہلیت کے پیروں تلے سے قتال کے بغیر ہی زمین بڑی حد تک کھینچ لی جائے"۔

(مضمون "شرعی ضوابط کا التزام ناگزیر تر ہے" سے ایک اقتباس شمارہ ایقاظ جنوری 2008ء)

اس ضمن میں بھی چند سوالوں کے جواب مطلوب ہیں؟ سب سے پہلے تو حامد کمال صاحب اپنے ان اساتذہ کے نام اور مقام تو ذرا واضح فرمادیں تاکہ امت جان سکے کہ آیا جن علماء کو وہ اپنا اساتذہ قرار دے رہے ہیں، آیا وہ واقعتاً علماء حق اور علمائے جہاد میں سے ہیں یا پھر وہ مسلم علاقوں پر مسلط طواغیت کے حاشیہ نشین اور درباریوں میں سے ہیں، جو کہ ان طواغیت کی عین مرضی کے مطابق فتوے جاری کرتے ہیں اور ان کی حکمرانی کو سند جواز عطا کرتے ہیں!

## کیا تربیت، تزکیہ، اصلاح اعمال اور دعوتی پروگرام جیسی شروط کو فقہاء نے بیان کیا ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب ظالم و جابر مسلم حکمران کے خلاف سوائے تعداد و قوت کے، کسی تربیت، تزکیہ، اصلاح اعمال کی شرط کو فقہائے سلف صالحین نے عائد نہیں کیا، اسی طرح حاکم کے کفر بواح کے ظہور پر سوائے قتال یا ہجرت کے کسی چیز کو لازم قرار نہیں دیا تو پھر کلمہ گو طواغیت، جن کا درجہ اس حاکم سے بڑھ کر ہے جس کی صرف ذات میں کفر بواح کا ظہور ہوا ہو، ان کے خلاف قتال کے لئے تربیت، تزکیہ، اصلاح اعمال اور طویل دعوتی پروگرام کی شرط کو کیوں لازم قرار دیا جاتا ہے؟ کیا ایسی

کسی شرط کو فقہائے سلف صالحین نے بیان کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسے امور قتال فی سبیل اللہ میں ضمنی طور پر معاون تو ثابت ہو سکتے ہیں لیکن ان کو قتال فی سبیل اللہ کی ابتداء کے لئے شرائط کے طور پر کسی فقہائے سلف نے بیان نہیں کیا۔

چنانچہ جو لوگ مسلمانوں پر مسلط ان ظالم طواغیت کے خلاف قتال کے حوالے سے مختلف بہانے تراشتے ہیں ان کے حوالے سے اسد الاسلام شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پھر اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ کوئی شخص ظالم کے خلاف قتال کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو یہ ایک آزمائش ہے جو کہ اس شخص پر آن پڑی ہے۔ اس سے اس بات کا قطعاً جواز نہیں ملتا کہ وہ (کفار کے کہنے پر) اپنی جان بچانے کے لئے کسی معصوم کی جان لے لے۔ رہ گئے اکراہ یا مجبوری کا یہ دعویٰ اور اس کی "اشاعت" کے ذریعے دھوکہ دہی، تو اگر ہم اس دعوے کو مان لیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم "مرتد حکمرانوں" کو کھلی چھٹی دے دیں کہ وہ اللہ کی دین کی عمارت کو بالکل منہدم کر دیں اور اس کی جگہ اپنی اور اپنے آقاؤں کی مرضی کا دین نافذ کر دیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا کردہ وحی کے صریحاً مخالف ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بالکل ہٹ کر ہے کہ جس نے اپنی کتاب میں یہ فیصلہ فرما دیا کہ دین کل کا کل اللہ ہی کے لئے ہے"۔

(سوات آپریشن پر جاری کردہ بیان 'شریعت یا شہادت" سے اقتباس۔ ادارہ السحاب ۲۰۰۹ء)

چنانچہ امریکہ کے افغانستان پر حملے کے بعد جب وہاں جہاد کا عمل شروع ہی ہوا تھا تو اس دوران امریکہ نے عراق پر بھی حملہ کر دیا اور مقامی ایجنٹوں کے ساتھ مل کر پورے عراق پر قابض ہو گیا۔ اس موقع پر جب عراق میں جہاد شروع کرنے کی بات ہوئی تو لوگوں میں اور شاید خود مجاہدین میں یہ بے چینی پھیل گئی کہ ابھی افغانستان کے جہاد کو پوری دنیا کے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت ہے، اب اگر عراق کا محاذ بھی کھول دیا جائے تو اس سے جہاد افغانستان پر حرج واقع ہو گا۔ تو اس مغالطے کا جواب اپنے ایک انٹرویو میں دیتے ہوئے استاد محمد یاسر فک اللہ اسرہٗ نے فرمایا:

''حطین: فلسطین، شیشان، کشمیر، الجزائر اور عراق کے محاذوں پر لڑنے والے مجاہدین کے حوالے سے امارت اسلامیہ افغانستان کا مؤقف کیا ہے؟

استاد یاسر: جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا، اسلام کسی کو اختیار نہیں دیتا کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی خاص مؤقف اختیار کرے؛ جو چیز اسے پسند ہو اس کی تائید کرے اور جو ناپسند ہو اس کی تائید نہ کرے۔ اسلام نے زندگی کے ہر پہلو کے لئے احکام و قوانین دیئے ہیں۔ لہٰذا اس حوالے سے قرآن کا حکم واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طالبان یا غیر طالبان کسی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ اس امر میں تفریق کریں کہ وہ طالبان کی تو تائید کریں اور عراق کے مجاہدین کی مدد نہ کریں۔ بے شک عراق کے مجاہدین کی مدد کرنا اور ان کا دفاع میں دشمن سے لڑنا، ہر مسلمان مرد وزن پر فرض ہے، اور یہی معاملہ ہر دوسری جگہ کا ہے۔ چاہے طالبان کو یہ پسند ہو یا نہ ہو، بہرکیف یہ اسلام کا عائد کردہ فریضہ ہے۔ ہم تو ایک امت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ''مسلمین'' کے نام سے پکارا ہے۔ ہمارا دشمن ایک ہے، ہماری جنگ ایک ہے، ہماری صلح ایک ہے، ہمارا خون ایک ہے اور ہمارا امام ایک ہے۔ مشرق و مغرب میں قید محض ایک مسلمان عورت کے لئے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ یہ تو دشمن کی سازش ہے کہ اس نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے (کہ افغانستان الگ ہے اور عراق الگ ہے) حتیٰ کہ ہمارے ''فکر و عقیدے'' کو بھی منتشر کر دیا ہے''۔

عقل رکھنے والوں کے لئے اس قول میں کھلی بصیرت ہے........!!

## کیا پاکستان امت کا اندرونی محاذ ہے؟

بالفرض اگر اس نظریہ کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ امت کے اندرونی اور بیرونی محاذوں مسلمانوں کی جان و حرمت کے احکامات میں فرق ہے........ یا پھر یوں کہا جائے کہ امت کے اندرونی محاذوں پر جہاں چاہے ایک کافر سے بڑھ کر کلمہ گو طاغوت حاکم بن جائے، تو وہاں ان سب شروط یعنی تربیت، تزکیہ، اصلاح، تعداد اور جمعیت کو پورے کئے بغیر جہاد شروع نہیں کیا جائے گا یا پھر یوں کہا

جائے کہ پہلے امت کے بیرونی محاذوں پر توجہ مرکوز رکھی جائے اور بعد میں ان محاذوں سے فارغ ہونے کے بعد امت کے اندرونی محاذوں کو دیکھا جائے۔

تواب جائزہ لیں گے کہ کیا اس اصول کی بناء پاکستان کا اطلاق کسی طور پر "اندرونی محاذ" پر ہوسکتا ہے؟ کیا پاکستان بیرونی جارحیت سے بالکل پاک ہے؟ کیا پاکستان امریکی سی آئی اے اور بلیک واٹر کے استبداد سے آزاد ہے؟ کیا پاکستان میں سی آئی اے کے بڑے بڑے اڈے اور دفاتر موجود نہیں؟ کیا پاکستان امریکہ و نیٹو افواج کی بیرونی جارحیت سے بالکل آزاد ہے؟

ذرا موصوف کے رسالے ایقاظ میں ۲۰۰۶ء میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے الفاظ ملاحظہ کرلیجئے جبکہ عام پاکستانیوں کو بلیک واٹر اور سی آئی اے کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی نہ علم تھا اور نہ ہی پاکستانی عوام کو ریمنڈ ڈیوس جیسے ایجنٹوں کی چیرہ دستیوں سے واسطہ پڑا تھا۔ رپورٹ کے الفاظ یہ تھے:

> "عراق اور افغانستان کے بعد پاکستان تیسرا ملک ہے جہاں نیٹو کے ایک ہزار فوجی اپنی جغرافیائی حدوں اور قانونی تقاضوں کو توڑتے ہوئے اپنے مفوضہ فرائض سے عہدہ برآں ہورہے ہیں۔ پاکستان میں نیٹو کی تعیناتی سے پہلے قانونی تقاضے ادنیٰ سطح تک پورے نہیں کئے گئے۔ پاکستانی قیادت (فوج اور حکومت) نے اس سلسلے میں نہ کابینہ کو اعتماد میں لیا ہے اور نہ پارلیمنٹ سے اس کی باضابطہ منظوری ہوئی ہے"۔
>
> (مضمون "نیٹو کو سو سے پاکستان" سے ایک اقتباس، شمارہ جنوری 2006ء)

یہ تو خود موصوف کے اپنے رسالے کی شہادت ہے جبکہ معاملہ 2006ء میں مشرف کے دور حکومت کا، لیکن اس کے بعد جس طرح قطار اندر قطار پاکستان میں سی آئی اے، بلیک واٹر اور نیٹو کی افواج پاکستان میں آئی ہیں اس کا تو کوئی حدو حساب ہی نہیں۔ 2009ء میں جب امریکہ نے عراق سے انخلاء کا اعلان کیا تو بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق پینٹاگون نے عراق سے اپنی ساری چین آف کمانڈ کو پاکستان اور افغانستان منتقل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ افغانستان و پاکستان کے لئے F-Pak کے نام سے مشترکہ طور پر ایک ہی نمائندہ مقرر کرنا شروع کردیا۔ اس کے علاوہ ایک

ادنیٰ سا ثبوت یہ ہے کہ افغانستان و عراق کے بعد امریکہ کا سب سے بڑا سفارت خانہ پاکستان کے شہر اسلام آباد میں قائم کیا گیا۔ تو کیا یہ سب باتیں بیرونی جارحیت کا کھلا ثبوت نہیں!

اس سے پہلے امارت اسلامی افغانستان کے سقوط کے بعد جب عرب و دیگر مہاجر مجاہدین مجبوراً پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تو وہیں ایک طرف صوبہ سرحد کے قبائل باغیرت قبائل اور دیگر مسلمانوں نے باعزت طور پر اپنے گھروں پر جگہ دی تو دوسری طرف پاکستانی حکومت، فوج اور اس کی خفیہ ایجنسیوں نے امریکی معاونت کے ساتھ ہزاروں مجاہدین کو گرفتار کیا جن میں سے سینکڑوں آج بھی گوانتاناموبے میں امریکیوں کی اذیتوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ پاکستان فوج کے سابق سربراہ صدر پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں برملا اعتراف کیا تھا کہ ہم نے ساڑھے آٹھ سو عرب دیگر ممالک کے مجاہدین کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا تھا۔ ابوزبیدہ سے لے ابوالفراج اور عمر پاتیک تک ایک لمبی فہرست ہے جس کا ذکر یہاں ممکن نہیں اور ان کی گرفتاریوں کے دوران جس طرح ان کے گھر کی مسلمان عورتوں کو بے عزت کیا گیا کہ کہیں بالوں سے پکڑ کر سڑکوں پر گھسیٹا گیا اور کہیں برہنہ گھمایا گیا ۔کراچی سے لے کر ایبٹ آباد تک اس طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں اور ڈاکٹر عافیہ کے معاملے میں جس طرح بیٹیوں کی دلالی کی گئی وہ تو کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اس کے علاوہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے طلباء طالبات کا جس طرح قتل عام کیا گیا اور اس کے بعد جس طرح فاسفورس بموں سے ان کو جلایا گیا اور اس کے فوراً بعد امریکہ کے صدر بش کی جانب سے یہ اعلان کرنا کہ یہ آپریشن ہم نے پاک فوج کے ساتھ ملک کر کیا ہے اور آئندہ بھی ایسے آپریشن جاری رہیں گے! صدر بش کے الفاظ یہ تھے جو کہ 12 جولائی 2007ء کے پاکستانی اخبارات میں بھی شائع ہوئے:

> ”اس ماہ (جولائی 2007ء) کے آغاز میں صدر مشرف نے ان شدت پسندوں کو کچلنے کے لئے فوج بھیجی ہے جنہوں نے لال مسجد پر قبضہ جمالیا تھا اور انہوں نے اپنی تقریر میں اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ پاکستان کو انتہاء پسندوں سے پاک کیا جائے گا۔ افواج پاکستان اس

مقصد کے لئے لڑرہی ہیں اور بہت سوں نے اس میں اپنی جان ہاری ہے۔امریکہ پاکستانی فواج کی ان کاوشوں کی حمایت اور مدد کرتا ہے۔ہم پاکستان اور دنیا بھر میں اپنی اتحادی افواج سے مل کر طالبان اور القاعدۃ کی محفوظ پناہ گاہیں ختم کرنے کے لئے لڑتے رہیں گے"۔

استاد یاسر رحمہ اللہ سابق مسئول شعبۂ ثقافت،امارت اسلامیہ افغانستان ادارۂ حطین کو دیئے گئے ایک انٹرویوں میں کہتے ہیں:

"لال مسجد کا واقعہ پاکستانی فوج اور پاکستان کی پیشانی پر شرمندگی کا ایسا بدنما داغ ہے جو کبھی نہیں دھل سکتا اور تاریخ میں جب بھی اس کا تذکرہ ہوگا تو پاکستان کی حکومت اور اس کی فوج ضرور لعنت و ملامت کا مستحق ٹھہرے گی بلکہ میں تو یہ کہوں گا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف حجاج نے مسجدِ حرام(خانہ کعبہ) میں جو قتال کیا تھا،اس وقت سے لے کر آج تک یہ دوسرا واقعہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں مسجد کے اندر علماء، حفاظ قرآن اور عام مسلمانوں کو شہید کیا گیا ہے۔یہ لوگ ہمیں "متشدد" کہتے ہیں، کیا جو کچھ لال مسجد کے ساتھ کیا گیا وہ تشدد نہیں تھا؟ ذرا دیکھئے! جمہوریت کا راگ الاپنے والوں نے لال مسجد کا کیسا حل نکالا؟ اور سیکولر طبقے نے لال مسجد والوں کے حقوق کی کیسی حفاظت کی۔پس لال مسجد کے واقعے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ جنگ، اسلام اور جمہوریت کی جنگ ہے........لال مسجد پر حملہ دراصل عالم اسلام کے خلاف جاری صلیبی و صہیونی یلغار کا حصہ ہی تھا"۔

## کیا سانحہ لال مسجد کے واقعہ سے بھی بیرونی جارحیت ثابت نہیں ہوئی؟

پھر سوات کے معاہدہ ہونے کے بعد اس کے ختم کرنے کا اعلان صدر زرادری کے دورہ امریکہ کے موقع پر امریکی کتے رچرڈ ہالبروک نے کیا تھا! معاہدہ پاکستانی حکومت نے کیا تھا اور ختم کرنے کا اعلان ایک امریکی عہدے دار نے کیا! اور پھر امریکی خوشنودی اور ڈالروں کی خاطر سوات کے عوام کو "شریعت یا شہادت" کا نعرہ لگانے کی سزا کے بطور ان پر آتش وآہن کے برسات کر دی گئی! پاکستان کی

فضائیہ نے اپنی تاریخ کا سب سے بڑا آپریشن کیا جس میں پہلی مرتبہ امریکی تعاون سے لیزر گائیڈڈ میزائلوں کا استعمال کیا گیا۔ پھر پاکستانی فوج نے امریکی تعاون سے سوات کو فتح ہونے کے بعد جس طرح امریکہ کے اعلیٰ ترین فوجی اہلکار اور حکومتی نمائندوں نے سوات میں آکر جس طرح جشن منایا وہ تو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کیا یہ بیرونی جارحیت نہیں تھی؟

پھر کیا پاکستان میں ڈرون حملے بیرونی جارحیت کا سب سے بڑا ثبوت نہیں؟ ۲۰۰۸ء سے لے کر ۲۰۱۳ء تک کی ذرا ڈرون حملوں کی فہرست ملاحظہ کر لیجئے اور ان میں عام مسلمانوں کی شہادت کے ساتھ ساتھ افغانستان و عراق سمیت امت کے بیرونی محاذ کی زمام کار کو سنبھالنے والے قائدین کی شہادت کو ذرا شمار کیجئے! تقریباً ستر سے زائد امراء اور علمائے جہاد ان ڈرون حملوں میں شہید ہوئے، جن میں شیخ مصطفی ابویزید، شیخ ابواللیث اللیّبی، شیخ عبد اللہ ازمرے، شیخ اسامہ الکینی، شیخ ابویحییٰ اللیبی، شیخ عطیۃ اللہ رحمہم اللہ جیسے عظیم امراء جہاد اور علماء شامل ہیں۔ کیا یہ ڈرون طیارے پاکستان میں شمسی ائیر بیس، جیکب آباد ائیر پورٹ سے نہیں اڑتے تھے؟ کیا ان ڈرونز کو میریٹ ہوٹل اسلام آباد سے کنڑول نہیں کیا جاتا تھا جس کا برملا اعتراف پاکستان کا سابق آرمی چیف جنرل اسلم بیگ نے اخبارات میں شائع ہونے والے ایک مضمون لکھا تھا۔ تو کیا اب بھی پاکستان میں بیرونی جارحیت ثابت نہیں ہوئی؟

اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے سر کا تاج اسد الاسلام شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کی شہادت امریکہ اور اس کے پاکستانی ایجنٹوں اور پاکستانی فوج کے تعاون سے ممکن نہ ہوئی تھی۔ جس کا اعتراف شیخ کی شہادت کے فوراً بعد پاکستان کے سابقہ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی اور موجودہ صدر زرداری نے نہیں کیا تھا؟ کیا پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے قائد کی پاکستان میں یوں شہادت بیرونی جارحیت کا سب سے بڑا ثبوت نہیں۔

یہ تو چند چیدہ چیدہ مثالیں ہیں ''بیرونی جارحیت'' کی ورنہ تفصیل کے لئے پوری ایک ضخیم کتاب بھی شاید کافی نہ ہو۔ اب ذرا سلف وصالحین بیرونی جارحیت سے کیا مراد لیتے ہیں اس کو جانیئے پھر انصاف

کے ساتھ فیصلہ کیجئے کہ کیا اس وقت پاکستان بیرونی جارحیت کا سب سے بڑا شکار نہیں۔امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَمَعْلُومٌ فِي اعْتِقَادِ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ أَنَّهُ إذَا خَافَ أَهْلُ الثُّغُورِ مِنْ الْعَدُوِّ، وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمْ مُقَاوِمَة لَهُمْ فَخَافُوا عَلَى بِلَادِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ أَنَّ الْفَرْضَ عَلَى كَافَّةِ الْأُمَّةِ أَنْ يَنْفِرُ إلَيْهِمْ مَنْ يَكُفُّ عَادِيَتَهُمْ عَنْ الْمُسْلِمِينَ .وَهَذَا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ الْأُمَّةِ، إذْ لَيْسَ مِنْ قَوْلِ أَحَدٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ إبَاحَةُ الْقُعُودِ عَنْهُمْ حَتَّى يَسْتَبِيحُوا دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَسَبْيَ ذَرَارِيِّهِمْ۔''

''اور تمام مسلمانوں کے اعتقاد میں یقینی طور پر یہ بات ہے کہ دارالاسلام کی ''سرحدوں'' پر رہنے والے جب دشمن سے ''خوف زدہ'' ہوں اور دشمن کے مقابلے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور اپنے شہروں، جانوں اور اہل خانہ کے بارے میں ''خوف کا شکار'' ہوں تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان کی مدد کے لئے اتنے لوگ نکلیں کہ جو دشمن سے دفاع کے لئے کافی ہوں اور یہ ایسی بات ہے جس کے بارے میں امت میں کوئی اختلاف نہیں۔اس لئے کہ اس وقت کسی بھی مسلمان کا یہ قول نہیں ہوتا کہ ان کی مدد سے کنارہ کشی حلال ہے تاکہ کفار مسلمانوں کے خون اور ان کے بچوں کو قید کرنے کو حلال سمجھنے لگیں''۔

(احکام القرآن لجصاص،ج۷ص۳۷)

امام الرملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کفار ہمارے علاقے میں گھس آئیں اور ہمارے اور کفار کے درمیان ''قصر'' کی مسافت رہ جائے تو اس مسافت کے اندر بسنے والے سب مسلمانوں کے لئے دفاع کرنا لازم ہوگا، حتیٰ کہ وہ لوگ جن پر عام طور پر جہاد فرض نہیں ہوتا، یعنی فقیر، کم عمر بچہ، غلام، مقروض اور عورت، اب ان پر بھی لازم ہوگا کہ وہ دفاع کریں''۔

(نهاية المحتاج ،ج۸ص۵۵۸)

ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ جب مسلمانوں کے سرحدی علاقوں کے لوگوں کو اگر اپنے جان ومال کا خوف ہی لاحق ہو جائے یا دشمن ہمارے علاقے پر گھس آئے چاہے وہ زمین سے یا فضاء سے اور ہمارے اور کفار کے درمیان قصر جتنا فاصلہ رہ جائے تو فقہاء یہ اصول بیان کررہے ہیں کہ اب ہر ایک مسلمان مرد و عورت حتیٰ کہ بچے اور غلاموں پر بھی جہاد تعین کے ساتھ فرض عین ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جو شخص پاکستان میں بیرونی جارحیت کے وجود سے انکاری ہو، اور وہ پاکستان میں علم جہاد بلند کرنے کو فساد اور بلوے سے تعبیر کرے تو اس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے اللہ رب العزت نے اس کو قلبی بصیرت کے ساتھ ساتھ کانوں کی سماعت اور آنکھوں کی بصارت دونوں سے شاید محروم کردیا ہے!

## افغانستان بہ مقابلہ امریکی و دیگر اتحادی:

حامد کمال الدین صاحب افغانستان کے جہاد کو اس لئے صحیح سمجھتے ہیں کہ یہ امت کا بیرونی محاذ ہے کیونکہ یہاں پر مقابلہ افغانستان مقابلہ امریکہ اور اس کے اتحادی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"افغانستان بہ مقابلہ امریکی و دیگر اتحادی"۔

چناچہ اس ضمن پاکستان کا معاملہ دیکھا جائے تو وہ حامد کمال صاحب کے بیان کردہ درج بالا اصول کی بناء پر پاکستانی حکومت اور فوج کا شمار بھی بیرونی جارحیت کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ افغانستان کی جنگ میں جس طرح حکومت پاکستان اور افواج پاکستان نے امریکہ کے لئے "فرنٹ لائن اتحادی" اور (Strategic Partner) کا کردار ادا کیا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

سوال یہ ہے کہ افغانستان کے مقابلے میں آنے والے امریکہ کے دیگر چھوٹے بڑے اتحادیوں سے مسلح جہاد کرنا درست ہے اور مصالح جہاد میں سے ہے، تو پاکستان کی حکومت و فوج کے۔خلاف مسلح جہاد کیوں کر مصالح جہاد میں سے نہیں ہوگا جبکہ وہ خود ہی "فرنٹ لائن اتحادی" ہونے کے نہ صرف دعوے دار ہیں بلکہ انہوں نے عملی طور پر بھی سب سے بڑے عسکری و غیر عسکری اتحادی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

استاذ المجاہدین استاد محمد یاسر فک اللہ اسرہٗ،سابق مسئول شعبۂ ثقافت،امارت اسلامیہ افغانستان،نے امریکی صدر بش کے دورِ حکومت میں پاکستان میں ''آزادی کا جشن'' منانے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو تو دیکھو آج حال یہ ہے کہ ہماری فوج کا اختیار بھی ہمارے ہاتھ میں نہیں اور نہ ہی قانون سازی کا۔ہم کسی مسلمان کو پناہ بھی نہیں دے سکتے۔ہم بالکل بے بس ہو چکے ہیں اور ہمارے سیاست دانوں کا بھی یہی حال ہے۔جہاں تک رہا فوج کا معاملہ،وہ تو امریکی حکم کے کہنے کے مطابق چل رہی ہے......اے پاکستان والو!اگر آج ہم صحیح معنوں میں آزاد ہوتے تو پھر ہم کیوں چھ سال تک پاکستان کی سالمیت کو داؤ پر لگاتے ہوئے امریکہ کی جنگ نہ لڑتے۔اس جنگ کی وجہ سے پاکستان کی سیاست اور معیشت دونوں برباد ہو گئے اور پاکستان کا عالمی سطح پر جو اسلامی تشخص تھا وہ برباد ہو گیا اور یہ سارا کچھ بش اور امریکہ کی خاطر جنگ لڑنے کی وجہ سے ہوا۔میڈیا کی ہی ایک سابق رپورٹ کے مطابق پاکستان کی سرزمین سے چھتیس ہزار(۳۶۰۰۰)دفعہ امریکی جنگی جہازوں نے بموں سے لیس ہو کر افغانستان پر بم برسائے اور یہ ایک پرانی رپورٹ ہے۔اب اگر نیا سروے کیا جائے تو یہ تعداد تو کئی گناہ بڑھ گئی ہو گی......تمہارے ائیر پورٹوں سے ہمارے اوپر بموں کی بارش ہو رہی ہے اورپاکستان امریکہ کی70٪عسکری و غیر عسکری،حکومتی و غیر حکومتی ضروریات کراچی سے طورخم کے راستے پورا کرتا ہے اور اس رسد میں بموں سمیت تمام ہتھیار ہوتے ہیں جو کہ ہمارے اوپر استعمال ہوتے ہیں۔جو بم افغانیوں کے گھروں کو برباد کرتا ہے،جو بھی بم ہماری مسجدوں کو تباہ کرتا ہے اور جو بھی بم ہمارے مظلوموں کو شہید کرتا ہے وہ بم تمہاری سرزمین سے گذر کر آتا ہے۔اس رسد میں جو سازوسامان آتا ہے اس کی چوکیداری تم نے سنبھالی ہوئی ہے۔تم پاکستان کے قبائل ہو یا آفریدی،فوجی ہو یا ملیشیا،امریکی رسد کی سیکیورٹی تم سب نے سنبھالی ہوئی ہے۔یہ سب فوجی سازوسامان تمہاری ہی سرزمین سے ہو کر آتا ہے اور ہمارے اوپر استعمال ہوتا ہے''۔

(دیکھئے یوٹیوب پر Ustaad Yasir About Pakistan یا http://youtu.be/SBy7CilwMs8)

خود پینٹا گون کی ایک رپورٹ کے مطابق 2001ء سے امریکہ کی جانب سے پاکستان کی فضاء کی استعمال کرتے ہوئے 58800 جنگی جہازوں کی پروازیں کی گئیں۔ تو کیا ان جہازوں نے افغانوں پر پھول برسائے ہوں گے۔ ظاہر سی بات ہے اسی عمل کے ذریعے ہزاروں افغانوں کا ناحق خون بہایا گیا۔ مساجد و مدارس کو تہس نہس کر دیا گیا اور بستیوں کی بستیاں برباد کر دی گئیں۔

اسد الاسلام شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور آخر میں ہم پاکستانی مسلم بھائیوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ حکومت پاکستان کا مؤقف انتہائی افسوس ناک ہے اور پاکستان تو اس منحوس صلیبی اتحاد کا ایک اہم ترین رکن ہے، اور پاکستان میں اللہ کے حکم سے ہمارے پاکستانی بھائیوں کا حرکت میں آنا، اس منحوس صلیبی اتحاد پہ ضرب کاری لگائے گا۔ سو جو کوئی بھی امریکہ کے ساتھ اس اتحاد میں کھڑا ہوا جیسا کہ سہولتیں دینا، طبی یا غیر طبی تو یہ ''کفر اکبر'' ہے جو کہ ملت اسلامیہ سے خارج کر دینے والا ہے۔ پاکستانی بھائیوں کو چاہیے کہ وہ پاکستان میں دین الٰہی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے شدید حرکت میں آئیں۔ آج اسلام ان پاکستانیوں کو پکار رہا ہے، ہائے میرا اسلام!''۔

(2006ء۔ الجزیرۃ نیوز چینل کو دیئے گئے ایک انٹرویو سے اقتباس)

اسی طرح حامد کمال صاحب روس کے خلاف افغانستان کی سرزمین پر جہاد کے لئے دیئے جانے والے فتاوی کو مثال بنا کر افغانستان میں امریکہ کے خلاف ہونے والی جنگ کی تائید کے طور پر لیتے ہیں اور افغان فوج پر حملوں کو جائز سمجھتے ہیں اور اس کو امریکہ کی مدد کرنے کی وجہ سے مرتد گردانتے ہیں، مگر نہ جانے پاکستان کا نام آتے ہی سارے شرعی احکام کہاں غائب ہو جاتے ہیں، باوجود اس کے کہ پاکستان فوج کا افغان فوج سے بڑھ کر مجاہدین سے دشمنی کرنا، ان کو کفار کے حوالے کرنا، اور کفار کی مدد

کرنا سب پر واضح ہے۔ لیکن اس کے باوجود حامد کمال صاحب پاکستان میں جاری جہاد کو شرعی نقطۂ نگاہ سے دیکھنے کے بجائے ISI کے عطا کردہ چشمہ سے دیکھنا شروع ہو جاتے ہیں۔

اسد الاسلام شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہاں میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں روس مجاہدین کے خلاف افغان فوج سے مدد لیا کرتا تھا آج بالکل اسی طرح امریکہ ان کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ عالم اسلام کی تمام فوجیں اور عسکری قوتیں دشمن کے ہاتھ کا آلہء کار بن چکی ہیں، چاہے داخلی طور پر یا چاہے خارجی طور پر چاہے دونوں جانب سے، اس اعتبار سے ان کا حصہ بننا صریحاً حرام ہے۔ مجاہدین روس سے اور اس کی آلہء کار فوج سے بیک وقت لڑتے تھے کیونکہ دونوں کا حکم ایک جیسا تھا۔ پاکستان اور دیگر ممالک کے علماء نے ان کے خلاف قتال کے فتوے بھی دیئے کیونکہ وہ کفار کی خندق میں کھڑے لڑ رہے تھے......... آج پاکستانی فوج کا حال بھی بالکل ویسا ہی ہے۔ وہ اور امریکہ ایک ہی خندق میں کھڑے اسلام کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں۔ ایمان کے سچے دعوے داروں پر فرض ہے کہ وہ ان کے خلاف ''علم قتال'' بلند کریں''۔

(سوات آپریشن پر جاری کردہ بیان ''شریعت یا شہادت'' سے اقتباس۔ ادارہ السحاب ۲۰۰۹ء)

پھر ذرا شریعت کی روشنی میں ذرا حامد کمال صاحب یہ بتایئے کہ کسی بھی جرم میں ''المباشر'' (جرم کرنے والا) اور ''الردئ'' (اتحادی) کے جرم اور سزا میں کوئی فرق ہے؟ کیا شریعت نے ان کو دنوں کے ایک ہی نظر سے نہیں دیکھا؟ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَأَمَّا الْمُحَارِبُونَ فَإِنَّمَا يَقْتُلُونَ لِأَخْذِ أَمْوَالِ النَّاسِ فَضَرَرُهُمْ عَامٌّ ؛ بِمَنْزِلَةِ السُّرَّاقِ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ حَدًّا لِلَّهِ. وَهَذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ حَتَّى لَوْ كَانَ الْمَقْتُولُ غَيْرَ مُكَافِئٍ لِلْقَاتِلِ مِثْلَ أَنْ يَكُونَ الْقَاتِلُ حُرًّا وَالْمَقْتُولُ عَبْدًا أَوْ الْقَاتِلُ أَنَّهُ قَتَلَ لِلْفَسَادِ الْعَامِّ حَدًّا كَمَا يُقَطَّعُ إذَا أَخَذَ أَمْوَالَهُمْ وَكَمَا يُحْبَسُ بِحُقُوقِهِمْ. وَإِذَا

كَانَ الْمُحَارِبُونَ الْحَرَامِيَّةُ جَمَاعَةً فَالْوَاحِدُ مِنْهُمْ بَاشَرَ الْقَتْلَ بِنَفْسِهِ وَالْبَاقُونَ لَهُ أَعْوَانٌ وَرِدْءٌ لَهُ فَقَدْ قِيلَ: إِنَّهُ يُقْتَلُ الْمُبَاشِرُ فَقَطْ وَالْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّ الْجَمِيعَ يُقْتَلُونَ وَلَوْ كَانُوا مِائَةً وَأَنَّ الرِّدْءَ وَالْمُبَاشِرَ سَوَاءٌ وَهَذَا هُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ؛ فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَتَلَ رَبِيئَةَ الْمُحَارِبِينَ. وَالرَّبِيئَةُ هُوَ النَّاظِرُ الَّذِي يَجْلِسُ عَلَى مَكَانٍ عَالٍ يَنْظُرُ مِنْهُ لَهُمْ مَنْ أَنَّ الْمُبَاشِرَ إنَّمَا تَمَكَّنَ مِنْ قَتْلِهِ بِقُوَّةِ الرِّدْءِ وَمَعُونَتِهِ. وَالطَّائِفَةَ إذَا انْتَصَرَ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ حَتَّى صَارُوا مُمْتَنِعِينَ فَهُمْ مُشْتَرِكُونَ فِي الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ''

''جب اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والے اور کسی شخص کو ناجائز قتل کرنے والے افراد ایک پوری جماعت اور گروہ کی شکل میں ہوں اور ایک ان میں سے اصل ذمہ دار، سرکردہ اور سرغنہ ہو۔ باقی افراد اس کے معاون، مددگار اور چیلے چمچے ہوں۔ تو اس بارے میں ایک قلیل اور شاذ قسم کی رائے یہ ہے کہ صرف بڑے سرغنہ کو ہی بدلے میں قتل کیا جائے گا اور اس کے معاونین اور حامیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ جبکہ علماء اسلام، فقہاء عظام اور محدثین کرام میں سے اکثر و بیشتر کا فتویٰ یہی ہے کہ وہ (سرغنہ لیڈر اور اس کے معاونین) سب کے سب قتل کر دیے جائیں گے، اگرچہ ایک قتل میں سو افراد شریک ہوں۔ اس لیے کہ سرکردہ لیڈر و قائد اور اس کے حامی و مددگار اس بارے میں ایک دوسرے کے ساتھ جرم میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ خلفائے راشدین سے بھی یہی موقف منقول ہے۔ خلیفہ ثانی، مرادِ رسول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محاربین (ڈاکوؤں اور لٹیروں) میں شامل اس شخص کو بھی قتل کروایا تھا جو کسی اونچی جگہ بیٹھ کر فقط قتل وغارت کرنے والے گروہ کو معلومات فراہم کر رہا تھا۔ اور ان کے لیے ریکی (جاسوسی) کر رہا تھا۔ ''رَبِيئَة'' اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی بلند ٹیلے اور مقام پیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے وہ تمام حالات وواقعات اور اپنے ہدف کے بارے میں معلومات جمع کرتا ہے اور اپنے گینگ کے افراد کو بدستور پہنچاتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی منصوبہ بندی کر سکیں۔ کوئی بھی ڈاکو

اور قاتل اپنے دشمن کو قتل کرنے کی قدرت اس وقت پاتا ہے جب اس کو اپنے کسی ماتحت اور جیالے کی مدد و معاونت حاصل ہو۔ لہٰذا یاد رکھیے! یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب بعض لوگ بعض کا تعاون کریں اور سپورٹ فراہم کریں۔ پھر اس تعاون اور سپورٹ کے نتیجے میں وہ ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قوت والی جماعت اور گروہ بن جائیں۔ پھر وہ جو بھی اچھا یا برا کام سرانجام دیں گے تو اس کے ثواب و عذاب اور نفع و نقصان میں سب کے سب شریک اور پارٹنر ہوں گے"

(مجموع الفتاویٰ ج ٦ ص ٣٨٢)

بس ان تمام دلائل و براہان کے بعد اب عقل کا اندھا ہی یہ بات کرے گا کہ پاکستان امت کا اندرونی محاذ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان امت کا اندرونی محاذ نہیں بلکہ بیرونی محاذ سے بڑھ کر اپنی حکومت اور فوج کی وجہ سے افغانستان کے لئے بیرونی جارح کا کردار گزشتہ بارہ تیرہ سالوں سے ادا کر رہا ہے۔ لہٰذا پاکستان کی حیثیت اندرونی محاذ کی حیثیت دینا تو دور کی بات ہے، بیرونی محاذ سے بڑھ کر "بیرونی جارح" قرار دینا زیادہ درست ہو گا۔

# جہاد پاکستان، قائدین جہاد کی نظر میں

جہاد پاکستان کے حوالے سے جو لوگ یہ مغالطہ پھیلاتے ہیں کہ پاکستان میں اٹھنے والی تحریک دراصل امریکہ اور سی آئی اے کی برپا کردہ تحریک ہے......... یا پھر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ چند جذباتی، ہیجان خیز خیالات کے حامل اور فہیم دین سے عاری نوجوانوں کی برپا کردہ جنگ ہے......... یا پھر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ جہاد قائدین جہاد و علمائے جہاد کی مشاورت و فتاویٰ کے بغیر شروع کیا گیا ہے......... یا پھر اپنے ذہنی اختراع اور فلسفوں پر مبنی آراء کی روشنی میں چند دانشور یہ ثابت کرنے کی مردود کوشش کرتے ہیں کہ پاکستان میں کیا جانے والا جہاد افغانستان کے جہاد کے لئے سود مند نہیں......... یا پھر خصوصیت کے ساتھ ایک پروپیگنڈہ یہ کیا جاتا ہے کہ ملا عمر حفظہ اللہ نے کی جانب سے پاکستان میں علم جہاد بلند کرنے کی پابندی

ہے۔ لہٰذا پاکستان میں علم جہاد بلند کرنا غیر شرعی عمل اور ''خلاف امر'' کام ہے......... حالانکہ اس بات کا فی الحقیقت نہ کوئی وجود ہے اور نہ ہی ایسا کہنے والوں پاس ملا عمر حفظہ اللہ کا لکھا ہوا کوئی پروانہ موجود ہے۔

چناچہ مسلم علاقوں اور خصوصیت کے ساتھ پاکستان پر جو کلمہ گو طواغیت مسلط ہیں، ان کے خلاف جہاد کے بارے میں ہم امت کے قائدین جہاد و علمائے جہاد کے واضح مؤقفات پیش کریں گے، تاکہ پاکستان سمیت دیگر مسلم علاقوں میں علم جہاد بلند کرنے سے روکنے کے لئے جو مختلف قسم کی مردود و باطل تاویلات اور اشکالات گھڑے جاتے ہیں ان کا ابطال کیا جا سکے اور پھر.........

.........لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ.........

''تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہو وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے''۔

(الانفال: ۴۲)

طالبان پاکستان.........پاکستان بلکہ افغانستان اور پوری امت کے حق میں خیر کی نوید ہیں:

استاذ المجاہدین استاد محمد یاسر فک اللہ اسرہٗ، سابق مسئول شعبۂ ثقافت، امارت اسلامیہ افغانستان، پاکستان کے اٹھنے والی طالبان کی تحریک کے بارے میں ادارہ حطین کو انٹرویو دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

''حطین: آپ اہل پاکستان کو قبائلی علاقہ جات سے اٹھنے والے طالبان کے حوالے سے کیا پیغام دیں گے؟

استاد یاسر: میں یہ کہوں گا کہ خوشخبری ہے اہل پاکستان کے لئے اور بالخصوص سرحد کے باسیوں کے لئے کہ شریعت کے نفاذ کی خاطر طالبان تحریک اٹھ کھڑی ہوئی ہے؛ وہ تحریک کہ جس کا آغاز وزیرستان، سوات اور باجوڑ میں ہوا تھا۔ ان مجاہدین نے رہزنوں، منشیات فروشوں اور ''روشن خیال'' لوگوں کو اپنے علاقوں سے نکال باہر کیا ہے اور یہاں ایمان و جہاد کی فضا پیدا کر دی ہے۔ یہ نہ صرف پاکستان، بلکہ افغانستان اور پوری امت کے حق میں

خیر کی نوید ہیں۔پس اے اہل پاکستان! انہیں اجنبی نہ جانوں ،نہ ہی انہیں اپنا دشمن سمجھو۔ یہ پاکستان کا امن قطعاً خراب نہیں کررہے ہیں۔ پاکستان کا امن تو ایف۔بی۔ آئی اور سی۔ آئی۔ اے کی خفیہ ایجنسیاں خراب کر رہی ہیں، جو پاکستان کی فوج اور قانون نافذ کرنے والے اداروں میں اپنے ایجنٹ داخل کر چکی ہیں۔ جہاں تک ان اہل دین طالبان کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اسلام و شریعت سے بخوبی واقف ہیں تو وہ تمام انسانوں میں بہترین لوگ ہیں۔ یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور بلوں میں رہنے والی چیونٹیاں تک ان نیکی کی تعلیم دینے والے صالح لوگوں کی قدر جانتی ہیں۔ پس تم بھی (اے اہل پاکستان) ان کا حق ادا کرو! انہیں اپنا دوست بناؤ، ان کی مدد و نصرت کرو اور ان سے معافی بھی مانگو کہ تم نے ان کے حق بہت تقصیر کی ہے"۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ استاد محمد یاسر فک اللہ اسرہٗ نے کس گروہ کو خوشخبری اور افغانستان سمیت پوری امت کے لئے خیر کی نوید قرار دیا اور اس کے برعکس کس کو انہوں نے ایف بی آئی اور سی آئی اے کا ایجنٹ قرار دیا! ہوش مندوں کے لئے اس میں کھلی نشانیاں ہیں!

## پاکستانی فوج سے لڑنے کی اصل وجہ:

ملا داد اللہ شہید رحمہ اللہ مسوئل عسکری، امارت اسلامیہ افغانستان، الجزیرۃ ٹی وی چینل کو ایک انٹرویو میں ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں:

"صحافی: آج کل (پاکستان کے) قبائلی علاقوں میں بعض لوگ پاکستانی فوج کے خلاف کاروائیاں کر رہے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ملا داد اللہ: ساری دنیا ہمارے (یعنی افغان طالبان کے) خیالات سے واقف ہے اور سارے عالم کے لوگ جانتے ہیں کہ یہ جنگ صرف امریکیوں اور برطانویوں کے خلاف نہیں بلکہ ہر اس قوت کے خلاف ہے جو ہمیں امریکہ اور برطانیہ کے خلاف لڑنے سے روکے خواہ

وہ "پاکستان" ہو یا ہماری اپنی ہی قوم کے لوگ۔ اس لئے میں پاکستانی فوج سے کہوں گا اگر وہ ہمارا سامنا کرنے کا دم خم رکھتی ہے تو شوق سے اپنا پورا وزن ان کفار کے پلڑے میں ڈال دے۔ ہمارا مقصد تو یہ نہیں کہ ہم پاکستان یا کسی اور سے لڑیں لیکن اگر وہ ہماری راہ میں رکاوٹ بننا چاہ رہے ہیں تو شوق سے بنیں لیکن پھر میدانِ جنگ میں ہمارا سامنا کرنے کے لئے تیار رہیں"۔

(الجزیرۃ چینل کو دیئے گئے انٹرویو سے اقتباس بحوالہ بنیان مرصوص ویڈیو ادارہ حطین)

ملا داد اللہ شہید رحمہ اللہ کے اس بیان میں عبرت و نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو امریکہ کی مدد کرنے والی افغانی فوج اور پاکستانی فوج کے حکم میں میں فرق کرتے ہیں! ملا داد اللہ شہید رحمہ اللہ اپنے بیان میں واضح کر دیا کہ شرعی و عقلی لحاظ سے پاکستانی اور افغانی فوج میں کوئی فرق نہیں۔ ان میں سے جو کوئی بھی امریکہ کے خلاف جنگ میں ہماری راہ میں رکاوٹ بنے گا تو اس کا فیصلہ میدان جنگ میں ہو گا!

## حکومت پاکستان نے مجاہدین کے خلاف جاری جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا:

ملّا محمود غزنوی حفظہ اللہ (امارت اسلامی افغانستان کے جنوبی علاقوں کے کمان دان) نے ادارہ حطین کے اپنے ایک انٹرویو میں یوں فرمایا:

"حطین: استاد محمد یاسر فک اللہ اسرہٗ اور ان کے دوسرے ساتھیوں کی رہائی پر پاکستانی حکومت کے اقدامات انتہائی شرمناک ہیں۔ گزشتہ چھ سال میں اس حکومت نے مجاہدین کے خلاف جاری جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہیں گرفتار کرکے امریکہ سے قیمت وصول کی۔ انہیں تعذیب و تشدد کا نشانہ بنایا، اور کتنوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن واشنگٹن میں بیٹھے ہوئے ان کے آقا، ہر دفعہ مزید کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے:((زوال الدنیا کلھا أھون علی اللہ من قتل رجل مسلم))"پوری دنیا کا برباد ہونا، خدا کے ہاں ایک مسلمان شخص کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے"۔ پس ان تمام لوگوں سے جو صلیبیوں کے آلہء کار بلکہ غلام بنے ہوئے ہیں، کہتا ہوں کہ کفار کی غلامی چھوڑ کر اللہ کی غلامی میں آجائیں اور روزِ قیامت سے ڈریں، مجاہدین کی راہ میں رکاوٹ بننے کے بجائے اس فرض عین جہاد میں ان کا ساتھ دیں، ورنہ اللہ ضرور انہیں ذلت کا انجام دکھائیں گے اور ان کے طاغوتی نظام حکومت کو تباہ برباد کردیں گے، ان شاء اللہ"۔

(رسالہ "حطین" سے ایک اقتباس)

ملا محمود غزنوی حفظہ اللہ نے حکومت پاکستان کی جانب سے امریکہ کی جس غلامی کا ذکر کیا کہ طالبان افغانستان کو گرفتار کرکے امریکیوں سے قیمت وصول کرنا، یہاں تک کے ان کو قتل تک کردینا، پرویز مشرف کے دور حکومت کی بات ہے، اور آج جو حالات ہیں وہ تو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ملا عمر حفظہ اللہ کے نائب ملا عبید اللہ اخوند حفظہ اللہ کی پاکستانی جیل میں شہادت اور ملا برادر فک اللہ اسرہٗ کی گرفتاری کے لئے کراچی میں امریکہ اور پاکستانی ایجنسیوں کی مشترکہ کاروائی اور حال ہی میں استاد محمد یاسر فک اللہ اسرہٗ کی شہادت کی اطلاع اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

## پاکستانی حکومت امریکیوں کی گود میں پل رہی ہے!

صوبہ زابل میں مجاہدین طالبان کے رہنما ملا عبد اللہ حفظہ اللہ ادارہ السحاب کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہتے ہیں

سوال: پاکستان میں جو تحریک پاکستانی فوج اور حکومت کے خلاف برسرِ پیکار ہے، کیا وہ صحیح اور شرعی بنیادوں پر یہ جنگ لڑرہے ہیں؟

ملا عبد اللہ: یہ تو پاکستان کے مجاہدین کا داخلی معاملہ ہے۔ جہاں تک میری معلومات ہیں کہ ''ابتدائی'' میں امارت اسلامیہ کی جانب سے ان کو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ پاکستانی حکومت سے لڑیں، لیکن پاکستان کی حکومت نے خود ان کو جنگ پر مجبور کیا۔ آپ مسلمان ہوں اور آپ کے گھر میں کوئی غیر گھس آئے تو آپ لازماً اس سے لڑیں گے اور اپنا دفاع کریں گے، اس سے جنگ کریں گے۔ اگر آپ کسی کے گھر میں نہ گھسیں تو کوئی بلاوجہ تو آپ سے نہیں لڑتا۔ تو میرا نقطہ ءِ نظر یہی ہے کہ طالبانِ (پاکستان) کو جنگ کا حکم تو نہیں دیا گیا تھا لیکن صورت حال یہ ہے کہ حکومتِ (پاکستان) طالبان کا پیچھا کر رہی ہے نہ کہ طالبان۔ طالبان کو تو حکومت نے مجبور کیا ہے۔ حکومتِ (پاکستان) نے ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ یہ حکومت امریکیوں کے گود میں پل رہی ہے لہٰذا حکومت نے ہی ان کو مجبور کیا ہے۔ حکومت کے ہی کرتوتوں کی وجہ سے اس کے خلاف لڑ رہے ہیں، اپنے عقیدے اور جذبات کی بناء پر۔ پاکستان میں یہ مجاہدین ابھی اور بھی آگے بڑھیں گے، خواتین تک اٹھیں گی اور یہ تحریک اور بھی زور پکڑے گی۔ انشاء اللہ۔ اگر حکومت پاکستان نے امریکیوں سے لاتعلقی اختیار نہ کی تو یہ تحریک کراچی، سندھ اور کوئٹہ سے ہوتے ہوئے افغانستان سے جا ملے گی۔

میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی آپ کے بھائی کے گھر میں گھس آئے اور خواتین کی عزت پر حملہ کرے تو کیا آپ اس سے نہیں لڑیں گے؟ کیوں نہیں! آپ لازماً اس سے لڑیں گے اور اس کو ماریں گے اور اگر کوئی آپ کے اپنے گھر کی خواتین کی عزت پر حملہ کرے اور ان کو پکڑ کر امریکیوں کے حوالے کر دے (جیسا کہ ڈاکٹر عافیہ) تو کیا پھر بھی اس سے نہیں لڑیں گے؟ اپنی جان کا دفاع اور حفاظت فرض اور لازم ہے۔ میرا تو نقطہ ءِ نظر یہی ہے کہ مجاہدین (پاکستان) نے از خود کوئی اقدام نہیں کیا بلکہ پاکستان کی حکومت نے اور اس کی فوج نے یہاں کے مجاہدین کو جنگ پر مجبور کیا ہے''۔

(ادارہ السحاب کو دیئے گئے انٹرویوں سے اقتباس بحوالہ ''بنیان مرصوص'' ویڈیو ادارہ حطین)

ملا عبد اللہ حفظہ اللہ کے اس بیان سے اول یہ بات ثابت ہوگئی کہ مجاہدین نے یہ جنگ از خود شروع نہیں کی بلکہ یہ جنگ پاکستانی حکومت نے امریکہ کے کہنے پر مسلط کی کیونکہ یہ حکومت امریکہ کی گود میں پل رہی ہے! دوم یہ کہ وہ لوگ جو کہ مسلم علاقوں پر کلمہ گو طواغیت کی جانب سے مسلمانوں کی جان ومال اور عزت پر حملہ آور ہونے کے باوجود وہاں کے مسلمانوں کو اپنے دفاع میں مسلح جہاد کے حق سے بھی محروم کر دیتے ہیں اور اس کے لئے لایعنی اور مردود شرائط عائد کر دیتے ہیں، اس بیان سے ان تمام نظریات کی یہاں جڑ کٹ گئی! سوم یہ کہ انہوں نے یہ نوید دی کہ اگر پاکستانی حکومت نے امریکیوں کے ساتھ اپنا تعلق نہیں توڑا تو پاکستان میں اٹھنے والی یہ جہادی تحریک اور زور پکڑ جائے گی یہاں تک کہ کراچی سمیت پورے سندھ اور کوئٹہ سے ہوتے ہوئے یہ تحریک طالبان افغانستان کے مرکز قندھار سے جاملے گی۔

## پاکستانی فوج اورامریکہ ایک ہی خندق میں کھڑے اسلام کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں:

اسد الاسلام شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شریعت مطہرہ کا یہی حکم ہے کہ تم میں سے جس شخص نے ان سے دوستی کی وہ ان ہی میں سے ہے یعنی ان ہی کی طرح کا کافر ہے تو پھر بتایئے کہ نصرانی امریکہ سے دوستی اور اس کی مدد کرنے والا کون ہے؟ کیا یہ زرداری اور اس کی فوج نہیں؟ پھر بھلا ایسی باتوں کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ جو کافروں سے دوستی کرے گا وہ ان ہی میں شمار ہوگا اور اس کے خلاف قتال ”فرض“ ہے، چاہے وہ نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور اپنے تئیں خود کو مسلمان سمجھے........ آج پاکستانی فوج کا حال بھی بالکل ویسا ہی ہے، وہ اور امریکہ ایک ہی خندق میں کھڑے اسلام کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں۔ ایمان کے سچے دعوے داروں پر فرض ہے کہ وہ ان کے خلاف علم قتال بلند کریں“

(سوات آپریشن پر جاری کردہ بیان ”شریعت یا شہادت“ سے اقتباس۔ ادارہ السحاب ۲۰۰۹ء)

## زرداری اور اس کی فوج واضح طور پر شیطان کے مددگار ہیں!

اسد الاسلام شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''زرداری اور اس کی فوج واضح طور پر شیطان کے مددگار ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت ۷۶ میں ان لوگوں کے اس شبہ کا بھی رد ہے جو یہ سوال کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ مجاہدین کیسے ''پاکستانی فوج'' کے خلاف جنگ کرتے ہیں جبکہ یہ ایک مسلمان فوج ہے حالانکہ ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ پاکستانی فوج خود امریکی مطالبات اور مقاصد کی تکمیل کے لئے (پاکستان کے) قبائل میں آئی، اسی نے مجاہدین کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ پھر یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ کوئی مسلمان کفار کے ساتھ دوستی کرتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرتا ہے تو وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر اور مرتد ہو جاتا ہے، کیونکہ جس طرح وضو کے نواقض ہیں اسی طرح ایمان کے بھی نواقض ہیں جن کا مرتکب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور کفار سے دوستی اور اہل اسلام کے خلاف ان کی مدد، اسلام سے خارج کر دینے والے ایسے ہی اعمال میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنی کتاب مبارک میں بالکل واضح فرمادی ہے........''

(سوات آپریشن پر جاری کردہ بیان ''شریعت یا شہادت'' سے اقتباس۔ ادارہ السحاب ۲۰۰۹ء)

## فیصلہ کن کلام:

ان تمام دلائل وبرہان کے بعد ہم آخر میں اسد العلم والجہاد شیخ ابو یحییٰ اللّیبی رحمہ اللہ کا سوات آپریشن پر جاری ہونے والے بیان سے ایک طویل اقتباس پیش کریں گے:

''ایسے ہی حوادث کا ایک سلسلہ اس وقت پاکستان میں جاری ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کی تمیز کی کسوٹی اور جھوٹے دعوے کرنے والوں کی اصل حقیقت واضح کرنے موقع فراہم کر دیا ہے۔ اسی سلسلے ایک کڑی جہاد و استقامت کی سرزمین سوات اور غیرت وخودداری کی سرزمین وزیرستان میں مسلط کردہ وہ ظالمانہ جنگ ہے جس کی چکی ہر

خاص و عام کو پیس رہی ہے۔ اس وقت پاکستان کے علماء اور طلباء علم کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے لوگوں کو اصل حقائق سے روشناس کرائیں، اصل راستے کی جانب ان کی رہنمائی کریں، ان سرکش حکومتوں کے اصل چہروں سے پردہ ہٹائیں اور اس مجرم فوج کے جھوٹے نعروں کی قلعی کھول دیں، جس کی اوٹ لیتے ہوئے پاکستانی قوم کو پچھلی کئی دہائیوں سے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔ حالیہ واقعات نے اس فوج کے پرانے جرائم، اس کے دل میں چھپی اسلام سے عداوت، اہل اسلام سے اس کا دلی بغض، دین کے خلاف برسرپیکار سب سے بڑی اور جابر قوم امریکہ کے ساتھ اس کی مطلق دوستی کی حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں کر دی ہے۔ اس وقت پاکستانی حکومت اور فوج کی حقیقت اس قدر واضح ہو چکی ہے کہ اب اس میں کسی قسم کی طرفداری، حیلوں بہانوں اور تاویلات کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ ان شریر لوگوں کے لئے بہانے اور عذر تراشنے کے لئے الفاظ کی ''اُلٹ پھیر'' کرنا اب بالکل بھی ممکن نہیں کوئی شخص ان کی ہمنوائی اور ان کے اعمال بد کی کتنی ہی پردہ پوشی کرنے کی کوشش کیوں نہ کر لے، یہ اس سے تب تک راضی نہ ہوں گے جب تک کہ وہ ان کے ''ناپاک گروہ'' کے اس جھنڈے تلے نہ آ کھڑا ہو جس کے سائے تلے یہ اسلام کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں........(چناچہ) یہ ہماری ایک بہت بڑی غلطی ہو گی کہ ہم بلاد اسلامیہ کی ایک سرزمین (سوات) میں اتنی بڑی جنگ ہوتے دیکھیں لیکن اس کے محرکات اور اغراض و مقاصد پر غور نہ کریں اور ہمیں یہ پتہ نہ چل سکے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ یہ موازنہ کوئی پیچیدہ اور مشکل نہیں، لیکن اس فیصلے کے نتیجے میں پیش آنے والی تکالیف اور آزمائش کی وجہ سے اکثر لوگ اس وقت حقائق کا سامنا کرتے ہوئے کترا رہے ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ''راہ فرار'' تلاش کرنے، حق کو چھپانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں........(چناچہ )ان ٹیڑھے راستوں کو اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم ملک کو روز بروز دین سے دور، اس کی سیاست، قوانین اور ذرائع ابلاغ کو اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت پر اترتے، اور اس

کے حکمرانوں کو یہود ونصاریٰ سے دوستیاں گاڑھتے اور محبت کی پینگیں چڑھاتے دیکھتے ہیں، لیکن پھر بھی یہ امن پسند لوگ اسے کفر وشر کی جانب سفر کرنے سے ذرا نہ روک سکے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے لئے وہ راستہ اختیار کیا اور اسے شرعی طریقہ کار کا نام دیا جو خود ان کے دشمن نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔فکر کی اس لغزش نے آج انہیں اس گڑھے میں جا پھینکا ہے جس سے نکلنے کا واحد راستہ حق کی طرف لوٹنے، اس کی اتباع کرنے ، باطل پر مبنی اس "کفریہ ریاست" کے خلاف قتال کرنے، اسے جاہلی نظام حکومت کے ناسور سے نجات دلانے اور اس "مرتد فوج" کی قوت کو پاش پاش کرنے میں ہے۔ورنہ ذلت کے اس لبادے اور مسکنت کی اس چادر سے نجات حاصل کرنا کبھی ممکن نہ ہو پائے گا...اگر کفار کے شان وشوکت کا زوال، قتل و قتال اور خوں ریز معرکوں کے بغیر "شریعت کا نفاذ" کا قیام ممکن ہوتا تو رب کریم ہمیں کبھی فتنہ ختم ہونے تک قتال کا حکم نہ دیتا ۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ}

"اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لئے ہو جائے"۔(سورۃ الانفال:۳۹)

ان غیور جوانوں کے جن کے دل غیرت ایمانی سے لبریز ہیں اور ان لوگوں کو جنہیں بلند بانگ دعووں، فلک شگاف نعروں، بڑے بڑے مظاہروں، شعلہ بیان مقرروں اور بھرے اجتماعات نے اب تک دھوکے میں مبتلا کئے رکھا ہے، ہم صدق دل سے یہ دعوت دیتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کا فرض ادا کئے بغیر آپ کے لئے کوئی دوسرا چارہ کار نہیں۔اللہ کی قسم !یہ سب سے زیادہ مختصر، سہل اور سیدھا راستہ ہے بلکہ خلافت اور اسلامی حکومت کا قیام ان سرکش باغیوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے بغیر ممکن ہی نہیں۔پاکستان کو آج ذلت، پستی اور کافر وفاجر حکمرانوں کے تسلط کی شکل میں جو مسائل در پیش ہیں، اس کا واحد سبب جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دینا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی قوم جہاد ترک کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب نازل فرمادیتا ہے"۔
تو کیا آپ اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ فوج جس نے بستیاں اجاڑ دیں، مساجد منہدم کر دیں، قرآن کریم کی بے حرمتی کی، ضعیف لوگوں کو بے آسرا کر دیا، علمائے کرام اور طلباء دین کو قتل کیا، سچے اہل ایمان کو جیلوں کی کال کوٹھریوں کی نظر کر دیا، وہی فوج ایک دن آپ کو یکدم اقتدار کی کنجیاں تھمادے گی اور خون کا ایک قطرہ بھی بہائے بغیر اسلامی نظام قائم ہو جائے گا.........(حالانکہ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا}

"اور یہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر قدرت رکھیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں"۔(البقرۃ:۲۱۷)

سو اے نوجوانان پاکستان !آپ پر لازم ہے کہ وہ راستہ اختیار کریں جو ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنایا، اس راہ میں آپ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے، آپ کا چہرہ مبارک خون آلود ہوا، آپ ﷺ کے سر کی خود تک ٹوٹ گئی، چھوڑ دیجئے وہ تمام راستے جس سے دل مردہ ہو جائیں، غیرت و حمیت ماند پڑ جائے، احساسات ختم ہو جائیں اور جن سے دشمن کو فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکے"۔

(سوات آپریشن پر جاری کردہ بیان "شریعت یا شہادت" سے اقتباس۔ ادارہ السحاب ۲۰۰۹ء)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فَعُلِمَ أَنَّ مُجَرَّدَ الِاعْتِصَامِ بِالْإِسْلَامِ مَعَ عَدَمِ الْتِزَامِ شَرَائِعِهِ لَيْسَ بِمُسْقِطٍ لِلْقِتَالِ. فَالْقِتَالُ وَاجِبٌ حَتَّى يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ وَحَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ . فَمَتَى كَانَ الدِّينُ لِغَيْرِ اللَّهِ فَالْقِتَالُ وَاجِبٌ۔''

"تو معلوم ہوا کہ جب تک اسلام کے احکامات کی عملاً پابندی نہ ہو جائے، اس وقت تک اسلام کو خالی اپنا لینے سے قتال ساقط نہیں ہو جاتا، اس لئے جب تک دین کل کا کل ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے نہ ہو جائے اور جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے قتال "واجب"

ہے۔ چنانچہ جب دین (اطاعت وپابندی حکم و قانون) غیر اللہ کے لیے ہو جائے تو قتال واجب ہو جاتا ہے"۔

(مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية، ج٦ص٤٢٥)

پس! ان تمام حوالہ جات کی روشنی میں اہل پاکستان پر لازم ہے کہ وہ کشمیر وافغانستان جاری جہاد کی مدد ونصرت کرنے کے ساتھ ساتھ فرمان باری تعالیٰ:

{يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ وَلۡيَجِدُوۡا فِيۡكُمۡ غِلۡظَةً ‌ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ}

"اے ایمان والو! لڑو ان کفار سے جو کہ تمہارے اردگرد ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے"۔ (التوبة: ١٢٣)

کے مصداق عمومی طور پر دنیا بھر میں اور خصوصی طور پر پاکستان میں علم جہاد بلند کرنے والوں کی مقدور بھر استطاعت کے مطابق اپنے جانوں، مالوں اور زبانی طور پر بھرپور مدد کریں اور اس راہ میں آنے والی مشکلات و مصائب پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں کیونکہ کسی بھی فرض کی ادائیگی میں مشکلات و مصائب کا سامنا ہو تو اس کا اجر وثواب بھی کئی گناہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر ایسے شخص کے فتنے سے ہوشیار رہیں جو کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر جہاد کو مخصوص علاقوں تک محدود کرنے، علم جہاد بلند کرنے والوں کو گروہوں میں تقسیم کرنے اور خصوصاً عوام الناس کو جھوٹے شبہات اور باطل تاویلات کے ذریعے جہادِ پاکستان کی فرضیت کو ادا کرنے سے روکنے کی کوشش کرے۔

{اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ}

"نکلو ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں۔ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے"۔ (التوبة: ٤١)